حق و صداقت کی آواز

مولوی عطاء اللہ کشتی نگری
مولوی عابد الحلیم کشتی نگری

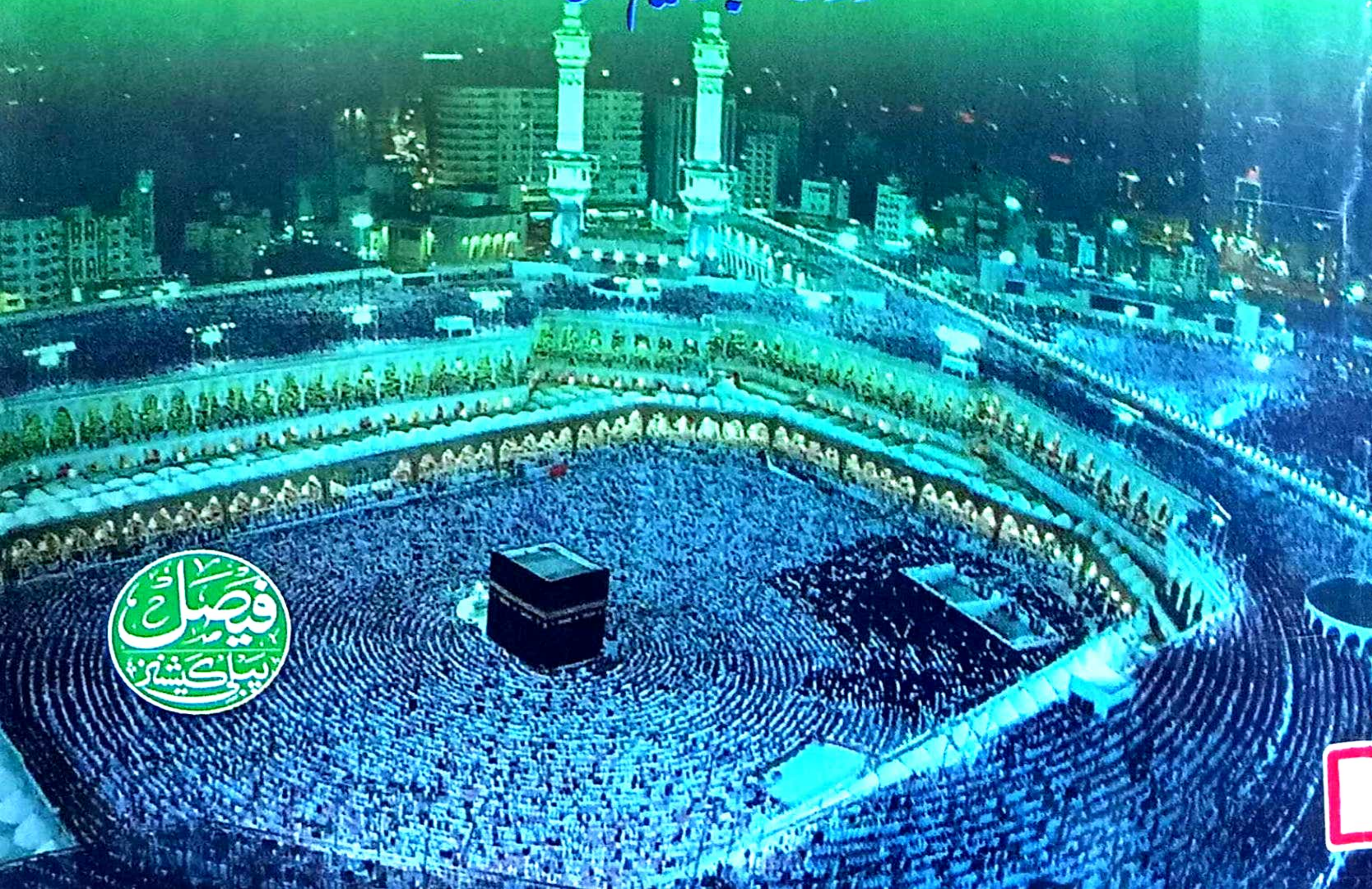

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱-	انتساب	۴
۲-	اظہار خیال	۵
۳-	دعائیہ کلمات	۶
۴-	تأثرات	۷
۵-	تقریظ	۸
۶-	ارمغان دل	۹
۷-	تقریظ	۱۲
۸-	سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۵
۹-	مناقب صحابہؓ	۲۳
۱۰-	شرک و بدعات کی مذمت	۳۱
۱۱-	مسلمان پریشان کیوں	۴۱
۱۲-	اتحاد ہی مسلمانوں کا اصل پیش خیمہ	۴۹
۱۳-	اقوام متحدہ مسلمانوں کی عالمگیر دشمن	۵۷
۱۴-	تونے اپنے عظمت کو فراموش کردیا	۶۷
۱۵-	عید الفطر انعام خداوندی	۷۷
۱۶-	عید قرباں ایثار کی نظر میں	۸۳
۱۷-	جنگ آزادی میں مسلمانوں کے عظیم کارنامے	۹۳

mohammad tabrez Bhagalpuri

انتساب

۱۔ جامعہ سعیدیہ اشاعت العلوم کے نام جس کی چہار دیواری میں رہ کر کچھ شعور وآ گاہی نصیب ہوئی، نیز مدرسہ شاہی مرادآباد اور ایشیاء کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم وقف دیوبند کے نام جس کی چھاؤنی میں رہ کر نوک قلم کو حرکت دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔

۲۔ اپنے مشفق ومربی والدین کے نام جن کی آہ نیم شبی اور دعائے سحرگاہی نے حصول علم کی راہیں کھولیں۔

۳۔ اپنے تمام اساتذہ کرام کے نام جن کی شبانہ روز محنتوں اور نظر کرم نے اس کندہ ناتراش کو دین اسلام پر مر مٹنے کا جذبہ عطا فرمایا۔

۴۔ اپنے تمام حقیقی بھائیوں (ماسٹر برکت اللہ صاحب وماسٹر مستقیم احمد صاحب اور مستقیم صاحب) کے نام جن کی تربیت ونگہداشت میرے لئے حصول علم میں معین ومددگار ثابت ہوئی اور اس لائق ہوا۔

۵۔ اپنے مخلصین (دوست) مولوی عبدالرحمٰن ومولوی عبدالرب صاحبان کے نام جن کے مفید مشورے اس کتاب کی تکمیل کا سبب بنے۔

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔

عبدالحلیم کشی نگری دارالعلوم وقف دیوبند
۱۴۲۶/۱/۱۶ھ

عطاء اللہ کشی نگری دارالعلوم وقف دیوبند
۱۴۲۶/۱/۱۶ھ

mohammad tabrez Bhagalpuri

اظہار خیال

حضرت مولانا وحافظ حسیب الدین صاحب القاسمی

نائب مہتمم جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم بڈھرا گنج

الحمد لاهله والصلوٰة والسلام لاهلها اما بعد:

عزیزی مولوی عبدالحلیم سلمہ وعزیزی مولوی عطاء اللہ سلمہ متعلمین دار العلوم وقف دیوبند کی تحریری کاوش حق وصداقت کی آواز نظر سے گذری، دس مختلف عناوین پر مشتمل یہ کتابچہ قابل ستائش ہے، اور تلک عشرۃ کاملۃ کا آئینہ دار ہے، انداز بیان واعظانہ اور خطیبانہ ہے طلباء علوم دینیہ کے لئے خصوصیت کے ساتھ نہایت مفید ہے اور ان کے لئے عظیم تحفہ ہے بس اس مصرع کے ساتھ دعا گو ہوں کہ

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

والسلام

حسیب الدین قاسمی

خادم جامعہ سعیدیہ اشاعت العلوم بڈھرا گنج

داندوپور ضلع کشی نگر یوپی

۱۸/ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

دعائیہ کلمات

حضرت الاستاذ الحاج حضرت مولانا **منصور احمد** صاحب القاسمی
مہتمم جامعہ سعیدیہ اشاعت العلوم بڑھرا گنج داندو پور کشی نگر (یو پی)

۱- یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ عزیزی مولوی عبدالحلیم سلمہٗ وعزیزی مولوی عطاء اللہ سلمہٗ ''حق وصداقت کی تلوار'' کے نام سے ایک کتابچہ شائع کر رہے ہیں عنوانات اور اس سے متعلق مضامین بے حد کار آمد اور مفید ہیں اور ان کے روشن مستقبل کی ضمانت ہیں اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تصنیف وتالیف کے میدان میں یہ کارہائے نمایاں انجام دیں گے اور دین متین کے سچے خادم ثابت ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کے حوصلوں کو بلند فرماوے اور ان کی محنتوں کو اپنی رضا کے لئے قبول فرماوے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

والسلام

منصور احمد قاسمی

مہتمم جامعہ سعید العلوم اشاعت العلوم بڑھرا گنج داندو پور
ضلع کشی نگر یو پی ۲۰ / ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

والسلام

حسیب الدین قاسمی

تاثرات

ادیب زماں خطیب بے مثال حضرت مولانا **رحمت اللہ** صاحب القاسمی
صدر المدرسین جامعہ سعیدیہ اشاعت العلوم بڑھرا گنج داندو پور کشی نگر

حامداً و مصلیاً

مدارس عربیہ کے نوجوان طلبہ کا رجحان تحریر وتقریر کی طرف بڑھ رہا ہے اور انشاء اللہ یہ رجحان ملت اسلامیہ کے لئے خوش آئند ثابت ہوگا، پیش نظر نئی کتاب (بنام حق و صداقت کی تلوار) اسی ابھرہوئے شعور کا اچھا نمونہ ہے، اسلام دشمنوں کے تحریر وتقریری طوفان کا رخ موڑنے کے لئے ضروری ہے کہ عزیز طلبہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں، اور پوری حوصلہ مندی کے ساتھ پیش قدمی کریں۔

عزیزم مولوی عبدالحلیم ومولوی عطاء اللہ سلمہما کی قلمی کاوش دیکھ کر دلی مسرت ہوئی ہے، امید کہ میدان خطابت کے نو آموزوں ومبتدیوں کیلئے بہترین رہنما ودرخشاں مشعل راہ اور کہنہ مشقوں کیلئے ممد ومعاون ثابت ہوگی۔

دعا ہے کہ پروردگار عالم ان دونوں عزیزوں کو علم وعمل کے میدان میں روز افزوں ترقیات سے نوازے اور ان کے اس نقش اولین کو نقش جاوید مقبول خاص وعام اور ذریعہ آخرت بنادے۔ آمین ثم آمین

رحمت اللہ القاسمی
خادم جامعہ سعیدیہ اشاعت العلوم بڑھرا گنج زادو پور کشی نگر یوپی الہند
۲۰ر شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ

تقریظ

مفتی عبدالحلیم معین مفتی دارالعلوم دیوبند وقاری رحیم الدین صاحبان

ابتدائے آفرینش ہی سے حق و باطل کی کشمکش اور خیر و شر کی معرکہ آرائی جاری ہے تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ دونوں فریق نے ہر زمانے میں اپنی بات ثابت کرنے اور اپنے مدعا کو برحق بتلانے کے لئے زبانی اور قلمی ہر طرح کی صلاحیتوں سے کام لیا لیکن تحریر کی بہ نسبت تقریر ہر کسی کا مستند ہتھیا اور قابل اعتماد حربہ ثابت ہوئی، زمانے نے جوں جوں ترقی کی تقریر کا معیار اٹھتا اور چڑھتا چلا گیا، ذرائع ابلاغ اور میڈیا نے اس کی افادیت کو سب سے زیادہ محسوس کیا اور اس فن کو اپنی نشر و اشاعت کے لئے حرز جاں بنالیا، تقریر کی اہمیت اور اس کی ہمہ گیر افادیت کے پیش نظر ہر قوم و ملت نے اسے سر آنکھوں پر بٹھا کر اس کی پذیرائی کی اور ہر ممکن اس کے حصول بلکہ اس میں انہماک کی سعی بھی کی، عصر حاضر میں بھی تحریر کی بہ نسبت تقریر زیادہ مؤثر اور کارفرما تصور کی جاتی ہے اس لئے تمام ادارے فکر و خیال میں اختلاف کے باوجود اپنی تحریک اور اپنے مشن کی ترویج و تبلیغ کے لئے تقریر کا سہارا لیتے ہیں اور اس حوالے سے گراں قدر کتابیں اور معنی و مواد سے لبریز لٹریچر وغیرہ شائع کرتے ہیں زیر نظر کتاب بھی اسلامی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے حق و باطل کی تلوا اور ایمانی شجر پر چہچہانے والے دو بلبلوں کی فریاد ہے جسے انتہائی ذوق و شوق، توجہ اور غایت اہتمام کے ساتھ قلم بند کیا گیا ہے، احقر نے اس کے مضامین پر نظر دوڑائی ہے ہر مضمون عصر حاضر سے ہم آہنگ اور تقاضۂ وقت کی تکمیل کر رہا ہے، چوں کہ برادران عزیز کی یہ پہلی اور زمانۂ طالب علمی کی کاوش ہے، اس لئے اس حوالے سے یہ خوب اور بہتر ہے اور اگر اس کی قدر کی گئی تو مستقبل میں ان سے میدان تحریر کو کافی امیدیں وابستہ ہو سکتی ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ پاک انہیں اپنی محنت میں کامیاب کرے اور دینی خدمات کے لئے ہمیشہ سرگرم عمل رکھے اور ان کی یہ مختصر کاوش آئندہ عملی کمالات کا زینہ اور خزینہ ثابت ہو۔

والسلام

ارمغان دل

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعدُ:

قارئین کرام! تقریر وتحریر کی افادیت واہمیت ہر دور اور ہر زمانہ میں رہی ہے مگر موجودہ دور میں اس کی کئی گنا زیادہ ضرورت محسوس کی جارہی ہے کیوں کہ آج کے اس پر آشوب اور پرفتن دور میں جبکہ ہر چہار جانب سے ظلم وستم جبر وتشدد، فرقہ وارانہ فسادات اور الحاد وکفر کی فضاء ہموار کی جارہی ہے آئے دن نت نئے فتنے اور فرقہ پرست تنظیمیں جنم لے رہی ہیں، دنیا بھر میں باطل طاقتیں اپنی بددینی اور بدعہدی کا کلہاڑا لے کر، دندناتی پھر رہی ہیں اور وہ ہمیں دعوت مبارزت دے کر للکار رہی ہیں جس کی بناء پر ہماری دینی حمیت بھڑک اٹھتی ہے، مگر ہم مجبور ولاچار ہیں کہ ہمارے پاس ان باطل طاقتوں سے پنجہ آزمائی کی طاقت اور اسباب نہیں۔

لیکن تقریر وتحریر ہی یہ دو ایسے ہتھیار اور ڈھال ہیں جن کے ذریعہ بڑی حد تک ان باطل قوتوں کے چیلنج کو خندہ پیشانی سے قبول کیا جاچکا ہے، چناں چہ تاریخ شاہد ہے کہ دل کش و دلربا پیرایۂ بیاں اور خطابت کی سحر آفرینی وتاثیر نے بے شمار پژمردہ دلوں کو جھنجوڑا ہے اور سوتی ہوئی قوموں کو خواب غفلت سے بیدار کیا ہے، چناں چہ اسی جذبہ اور شوق کے پیش نظر انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھانے کے لئے ہم لوگ بھی یہ چند بکھرے ہوئے اور بے ترتیب جملے (بنام حق وصداقت کی تلوار) طالبان علوم نبویہ اور عاشقان رسول امی ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں چوں کہ ہماری یہ ایک طالب علمانہ کاوش ہے، اس لئے ہمیں یقین ہے کہ اگر ہمارے بڑے دیکھیں گے تو اصلاح

فرمائیں گے اور دوست ومخلصین دیکھیں گے تو خوش ہوں گے اور چھوٹے دیکھیں گے تو کچھ فائدہ ضرور اٹھائیں گے اور اگر اسلوب بیان میں کوئی کوتاہی ہوئی ہوگی تو "ان الانسان یساوق السھو و النسیان" اور "الانسان مرکب من الخطاء والنسیان" پر محمول کرتے ہوئے معاف فرمائیں گے۔

اب اخیر میں ہم اپنے ان تمام مخلصین ومحبین کا تہہ دل اور صمیم قلب سے شکر گذار ہیں جن کا اس کتاب کی تکمیل میں کسی بھی طرح کا تعاون رہا، بالخصوص مفتی محی الدین صاحب القاسمی دیوریاوی جنہوں نے مسودہ پر نظر ثانی کر کے اصلاح فرمائی، نیز مولانا ارشاد احمد صاحب قاسمی اور مولانا قمر الدین صاحب القاسمی ان دونوں حضرات نے قلمی تعاون جیسے دشوار گذار مرحلے کو بآسانی طے کرایا، ان کے علاوہ ہم اپنے تمام اساتذہ کرام کے دل کی گہرائیوں سے ممنون ومشکور ہیں جنہوں نے ہر موڑ پر قیمتی مشورے دیئے اور تکمیل کی دعائیں کی، جن میں قابل ذکر ہیں والد بزرگوار جناب حضرت مولانا علاؤ الدین صاحب، مشفق چچا مولانا جمال احمد ومولانا صدر الدین صاحبان نیز مشفق استاذ جناب حافظ مولانا عاشق الٰہی وقاری مجتبیٰ صاحبان استاذ جامعہ سعیدیہ اشاعت العلوم بڑھرا گنج، وحافظ ومولانا منظور احمد صاحب پرنسپل ہندوستان پبلک اسکول پکڑیار بازار ومولانا محمد مومن منصف صاحب القاسمی اور جدامجد جناب سید علی صاحب یہ وہ چوٹی کے حضرات ہیں جو ہمیشہ اپنی دعاؤں سے نوازتے رہے اور بڑی ناسپاسی ہوگی کہ اگر ہم اس حسین موقع پر اپنے ان تمام علم دوست اور رفقاء کا تذکرہ جنہوں نے اس اہم کام میں اپنا گراں قدر تعاون پیش کرنے سے کبھی گریز نہ کیا جن میں سرفہرست جناب مولانا عبد الرحمٰن کشی نگری متعلم دار العلوم، دار العلوم وقف دیوبند اور مولانا عبد الرب صاحب القاسمی ومولانا نور العین ثاقب صاحب ومولوی زبیر احمد صاحب ومولوی فصیح اللہ اور مولوی نسیم احمد سیف اللہ صاحبان خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور نیز قابل مبارکباد ہیں مولوی منور حسین رامپوری متعلم دار العلوم دیوبند جن کا اول مرحلہ ہی سے کافی تعاون رہا اور ہر طرح کی رہنمائی کرتے رہے۔

اب اخیر میں بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہیں کہ پروردگار عالم ان تمام حضرات کو اجر عظیم عطاء فرمائے اور ہماری اس حقیر کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔آمین۔

والسلام
دعاؤں کے طالب
عبدالحلیم مقام و پوسٹ پکڑیار بازار
ضلع کشی نگر یو پی پن 274305
عطاءاللہ مقام سبیاں آبادکاری
پوسٹ سسواں گونتی کشی نگر یو پی 274304

mohammad tabrez Bhagalpuri

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین .اما بعد:

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیمo بسم اللہ الرحمن الرحیم

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُo

حاضرین کرام ! جس وقت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس نے اس روئے زمین پر قدم رکھا اس وقت سے اب تک نہ جانے کتنے علماء کرام نے اس کرہ ارض پر جنم لیا، سیرت طیبہ سے واقف قلم کار، انشاء پرداز اور خامہ فرسائی کرنے والوں نے اوراق کو سیاہ کیا اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف مکمل نہیں ہوسکی۔

محترم حضرات -حبیب خدا اس وقت پیدا ہوئے جب عرب میں اللہ کا نام لینے سے انکار کیا جارہا تھا، کفر والحاد کا ڈنکا بج رہا تھا، دم توڑتی ہوئی انسانیت کو سہارا دینے والا کوئی نہیں تھا، اللہ وحدہ لاشریک کی وحدانیت کی راہ بتانے والا کوئی نہیں تھا۔روحوں کی بے قراری کو قرار دینے والا کوئی نہیں تھا، نسلی تعصب، طبقاتی اختلافات، شراب نوشی، دختر کشی، نفس پرستی، چھوٹی چھوٹی باتوں پر قتل وغارت گری، ظلم وتشدد کی خوفناک آندھیوں میں تہذیب وتمدن بالکل ختم ہوچکا تھا، قمار بازی اہل عرب کا مشغلہ بن چکا تھا، لوٹ مار، چوری ڈکیتی، بددیانتی حیلہ گری، وعدہ خلافی، جنگ وجدال انکا ایک خاص تعارف تھا۔ ایک دوسرے کو دھوکہ دیتے، جھوٹی قسمیں کھانے، عہد وپیمان کرنے اور توڑ ڈالنے، قافلوں کو لوٹنے، یتیموں کا مال ناجائز دبالینے، گویا کہ پوری دنیا کا ماحول انتہائی خراب

گندہ، پست، سیرت واخلاق کے اعتبار سے مریض اور خداناشناس تھا، بھارتی ورش جہاں گیان و دھیان اور رویدانت کے سندر دیپک جلتے تھے سانپوں اور برگدوں کی پوجا ہوتی تھی، چین وکنفیوشس کے فلسفہ اوہام میں الجھا ہوا تھا، مصرو یونان میں دیوایاں اور عقول عشرہ خدا کے شریک کار سمجھے جاتے تھے، یمن میں کواکب پرستی زوروں پر تھی حمیر کا قبیلہ سورج کی پرستش کرتا تھا۔ کنانہ کے اندر زہرہ ومشتری کی پوجا ہوتی تھی، کہانت، جھاڑ پھونک، ٹونے، ٹوٹکوں اور جادوؤں کی بھی خوب اشاعت تھی، دل و دماغ پر کفر وشرک چھایا ہوا تھا، خداپرستی کے تصورات رخصت ہو چکے تھے۔ ظلم کی انتہا یہیں تک محدود نہیں تھی، بلکہ اپنی ماؤں اور بہنوں کے ساتھ زنا بالجبر کیا جا رہا تھا، جہلاء اپنے بھائی کا سر کاٹ کر خوشیاں مناتے تھے اور عمدہ قصیدہ لکھ کر کے بالا خانہ پر آویزاں کرتے تھے جس کو کسی شاعر نے اس انداز میں لکھا ہے

انسانیت کے جوہر گوشوں میں رو رہے تھے
رحم و کرم کے پتلے قبروں میں سو رہے تھے
ظلم وستم کے جھنڈے ہر سمت گڑ رہے تھے
حیوانیت کے پردے عقلوں پر پڑ رہے تھے
عورت کنیز بن کر دنیا میں جی رہی تھی
خون جگر کے قطرے خاموش پی رہی تھی

غرض کہ تاریخ انسانیت کا بہت ہی برا دور تھا، ایسے پُر خطر دور میں ضرورت تھی دنیا کو ایک ایسے انسان کی جو لوگوں کو گمراہی سے نکال کر اسلام کے صحیح راستے پر لا سکے، ضرورت تھی ایسے رسول کی جو راہ سے بچھڑے ہوؤں کو ان کے رب سے ملا سکے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آیا کا یک نسیم سحر کا ایک جھونکا آیا اور آمنہ کے آنگن میں شہنشاہ دو عالم تاجدار مدینہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

حضرات سامعین !وہ آئے تو اہل مکہ جو کہ کفر وضلالت کی گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹک رہے تھے آپ ؐ نے ان کو ضلالت وگمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کی روشنی کی طرف بلایا، آپ نے ان کو ایسی تعلیم دی کہ وہی اہل مکہ جو پہلے ذرا ذرا سی بات پر قتل وقتال کرتے، ظلم وتشدد کا شکار ہوتے تھے، آج اپنے بھائی کی ذرا سی تکلیف پر بے تاب ہو جاتے

تھے، وہ اہل مکہ جنہیں شراب وزنا کے بغیر نیند نہیں آتی تھی، لیکن جب آپ نے حرمت شراب کا اعلان فرمایا تو مدنیہ کی گلیوں میں شراب اس طرح بہتی نظر آئی جس طرح نالیوں میں گندہ پانی، یہ لوگ کسی کے آگے جھکنا اپنی توہین سمجھتے تھے ۔یہی وجہ تھی کہ اپنی معصوم بیٹیوں کو زندہ در گور کردیا کرتے تھے۔عورت ذلت ورسوائی کی ایک تصویر تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ظالم سماج کے بندھنوں میں جکڑی ہوئی عورتوں کی پسپائی کو عزت اور آزادی کے جوہر سے نوازا، اور زندہ درگور کیے جانے والی لڑکیوں کو آزادی کی فضا میں سانس لینے کا مستحق قرار ادیا۔

حضرات سامعین عظام -جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو صرف عرب ہی بحر ظلمات سے نہ نکلا بلکہ ساری کائنات منور ہوگئی، مکہ کی بے آب وگیاہ سر زمین سرسبز وشاداب ہوگئی، فارس کا آتش کدہ بجھ گیا، جو بت جہاں بھی موجود تھے وہ سب کے سب منہ کے بل گر پڑے ایوان کسریٰ میں زلزلہ آگیا۔ دریائے سارہ خشک ہوگیا صحرائے سماوا جہاں برسوں کبھی کسی نے پانی برستے نہ دیکھا تھا اس میں ولادت رسولؐ کے سبب پانی اتنا ہوا کہ موجیں لینے لگا آپؐ کی حق گوئی، صداقت پسندی اور رحم دلی وشیریں کلامی سے وقت کے جابروں سرکشوں اور مغروروں کے پتھر دل موم ہوگئے شیطان صفت انسانوں کے حوصلے پست ہوگئے غرضیکہ تمام عالم میں حیرت انگیز انقلاب برپا ہوگیا۔

محترم حضرات! محسن انسانیتؐ نے چاہا کہ جگہ جگہ سر جھکانے کے بجائے ایک خدائے وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرائی جائے اور ساری دنیا کو بتوں کی محبت سے نکال کر آزاد کرایا جائے اور در بدر بھٹکتی ہوئی انسانیت کو صرف ایک مالک حقیقی کی بارگاہ میں سجدہ ریز کرادیا جائے بگڑتی ہوئی قوم کو راہ راست پر لانے کے لئے ان کے اوپر کلام اللہ کو پیش کیا جائے اسی مقصد کے حصول کے لئے تاج دار مدینہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو آواز دی ایھا القریش اب جس نے اس آواز کو سنا صفا کی طرف چل پڑا قریش آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے صادق وامین محمد بن عبداللہ آج نہ جانے کیوں صفا کی چوٹی سے لوگوں کو پکار رہے ہیں، چلو چل کر دیکھیں کہ معاملہ کیا ہے لگ رہا ہے کہ آج محمدؐ کسی خاص بات کی اطلاع دیں گے، ایک آیا دوسرا آیا تعداد بڑھتی گئی یہاں تک کہ اچھا خاصہ مجمع ہوگیا۔ان میں جوان، بچے، بوڑھے، مرد عورت سب موجود تھے محمدؐ انتہائی وقار ومتانت، احساس ذمہ داری کے ساتھ صفا کی چوٹی پر کھڑے تھے۔آپ کے ارد گرد قریش کا مجمع تھا

سب کی نظریں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر تھیں نہ جانے کیا کہا جائے گا؟ اس ظالم سماج کے بندھنوں میں جکڑی ہوئی عورتوں کی پیشانی کو عزت و آزادی کے جوہر سے نوازا اور زندہ درگور کیے جانے والی لڑکیوں کو آزادی کی فضاء میں سانس لینے کا مستحق قرار دیا۔

محترم حضرات - محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ جگہ جگہ سر جھکانے کے بجائے ایک خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرائی جائے اور ساری دنیا کو بتوں کی محبت سے نکال کر آزاد کرا دیا جائے اور در بدر بھٹکتی ہوئی انسانیت کو صرف ایک مالک حقیقی کی بارگاہ میں سجدہ ریز کرا دیا جائے، بگڑی ہوئی قوم کو راہ راست پر لانے کے لئے ان کے اوپر کلام اللہ کو پیش کیا جائے اسی مقصد کے حصول کے لئے تاجدار مدینہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو آواز دی ''ایھا القریش'' اب جس نے اس آواز کو سنا صفا کی طرف چل پڑا قریش آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے صادق و امین محمد بن عبداللہ آج نہ جانے کیوں صفا کی چوٹی سے لوگوں کو پکار رہے ہیں، چلو چل کر دیکھیں کہ معاملہ کیا ہے لگ رہا ہے کہ آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص بات کی اطلاع دیں گے، ایک آیا دوسرا آیا تعداد بڑھتی گئی یہاں تک کہ اچھا خاصا مجمع ہو گیا ان میں جوان بچے، بوڑھے، مرد، عورت، سب موجود تھے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی وقار و متانت، احساس ذمہ داری کے ساتھ صفا کی چوٹی پر کھڑے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد قریش کا مجمع تھا سب کی نظریں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر تھیں، نہ جانے کیا کہا جائے گا؟ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو میں اس پہاڑ کی بلندی پر کھڑا ہوں اور تم لوگ اس کے نیچے ہو میں پہاڑ کے دونوں طرف دیکھ رہا ہوں، اگر میں یہ کہوں کہ ایک ہتھیار بند لشکر دور سے آتا دکھائی دے رہا ہے جو تم پر چڑھائی کرے گا تو کیا تم اس کا یقین کرو گے یا نہیں؟ اہل مجمع نے بیک زبان ہو کر کہا، کیوں نہیں یقیناً ہم تمہاری بات تسلیم کر لیں گے بھلا تم جیسے راست باز اور صادق القول کو ہم کیسے جھٹلا سکتے ہیں، کیوں کہ ہم نے آپ کی ذات جھوٹ کا صدور ہوتے کبھی نہیں دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تب پھر میں تمہیں ایک دردناک عذاب سے ڈراتا ہوں جو عنقریب تم پر آنے والا ہے تم یقین کر لو کہ موت تمہارے سر پر منڈلا رہی ہے اور تمہیں خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور جس طرح تم دنیا اور اس کی چیزوں کو دیکھ رہے ہو ٹھیک اسی طرح میں عالم آخرت کو دیکھ رہا ہوں اس لئے تم اس کے عذاب سے بچو۔

اپنے بتوں کی پرستش کرنے والو سنو ! خدا کے غضب سے تمہیں کوئی نہیں بچا سکتا، میں تمہیں گواہی دینے کی دعوت دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور میں خدا کا پیغمبر اور رسول ہوں''۔

ابولہب اپنے گدھے پر سوار تھا کھجور کی چھڑی سے خاک اڑا کر غصہ کے ساتھ چلا کر کہنے لگا ''تبالک یامحمد الھذا جمعتنا'' اتنی سی بات کہنے کے لئے ہم کو تو نے تکلیف دی، سارے لوگ چہ میگوئیاں کرتے ہوئے گھروں کو واپس ہوگئے کوہ صفا پر اعلان حق کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کا اعلان کر دیا، گلی کوچوں، بازاروں اور سڑکوں و چوراہوں پر خدا کا پیغام پہنچانے کا عزم کر لیا مکہ ہی کیا سارے عرب ممالک کے لئے یہ پیغام بالکل اجنبی اور نامانوس تھا، لوگ نیکی اور ہدایت کی باتوں سے بدکتے تھے، روایتی عصبیت اور موروثی عقائد انہیں قبول حق سے روکتے تھے۔ ہدایت کی روشنی دیکھ کر ان کی سیاہ باطنی اور تاریکی ضمیر کو الٹی وحشت ہوتی تھی، ان کے دلوں میں سچ مچ تالے پڑے ہوئے تھے آنکھیں تھیں، مگر دیکھتی نہ تھیں، کان تھے پر سنتے نہ تھے اور دلوں میں شعور و فکر کی استعداد نہ تھی نادانی کے مجسمے، جہالت کے پیکر اور گمراہی کی چلتی پھرتی مورتیں تھیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نادانوں کو طرح طرح سے دلنشیں انداز بیان ان کے لیے اختیار کیا، عذاب الٰہی کی وعید کو بار بار دہرایا، ان سے کہا کہ یہ دنیا کی زندگی تو چند دن کی ہے اس پر نہ اتراؤ، اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو پھر سے زندہ کرے گا اور قیامت کے دن ہر نفس کے اعمال پر محاسبہ ہوگا، مشرکوں، کافروں فاسقوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے جہنم بنائی ہے جہاں بڑے دردناک عذاب دیئے جائیں گے، یہیں تک محدود نہیں بلکہ پچھلی قوموں کی تباہی او رہلاکت کی داستانیں بھی سنائیں کہ ان کے چہرے اور مرنے کے مکان تک پہچانے نہ جاسکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب نے جب ان کو آ کر پکڑا تو دنیا کی کوئی طاقت ان کو بچا نہ سکی، آندھی کے ایک جھونکے اور عذاب الٰہی کی ایک چیخ نے ان کو ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلا دیا۔

حضرات سامعین عظام ! ہدایت اور بھلائی کی باتوں کا قریش نے مذاق اڑایا، نادان آپس میں کہتے محمد کو کسی نے جادو کر دیا ہے، کوئی رائے زنی اور قیاس آرائی کرتا کہ یہ محمد جس کو وحی بتاتا ہے، بس زیادہ سے زیادہ اعلیٰ درجہ کی شاعری ہی ہے، اس اعلان حق کے بعد ابوبکرؓ ایمان لائے، علی بن ابی طالب ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے، زید بن حارثہؓ نبی پر جان نچھاور کرنے کیلئے تیار ہوئے، بلال حبشیؓ نے کلمہ لاالٰہ الا اللہ پڑھا۔ ایک طرف مسلمانوں کی تعداد

بڑھ رہی تھی تو دوسری طرف کفار مکہ کا ہر بچہ آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا جانی دشمن بن گیا
۔مشرکین مکہ کے اندر ظلم وستم کی رفتار اب اور تیز ہوگئی، سچ مچ میں حضرت محمدؐ اور آپ کے صحابہ
کے خون کے پیاسے ہوگئے۔سب اپنے جھوٹے خداؤں کی قسمیں کھا کر اس بات میں متحد
نظر آئے، جیسے بھی ہو مکہ سے اسلام کے شیدائیوں کا نام ونشان مٹا کر دم لیں گے، کانٹے کی نوک
سے لیکر نیزے کی انی تک ہر چیز مسلمانوں کے خلاف استعمال کی جائیگی، جہاں تک ہمارے دم
میں دم ہے یہ نیا دین عرب میں نہیں چل سکتا، لات ومنات، کو برا کہنے والی زبان گدی سے کھینچ
کر پھینک دی جائیگی، مرد تو مرد عورتیں تک خود حضور علیہ السلام اور جانثاروں کو ستانے کے لئے کمر
بستہ ہوگئیں۔

سامعین کرام ! خدا کے پیارے رسول نے اتنی تکالیف اور پریشانیوں کے باوجود کبھی
ہمت نہیں ہاری۔خدا کے پیغام کی تبلیغ اور اپنے منصب نبوت اور فریضہ رسالت کو نبھاتے
رہے، آپ علیہ السلام کا چچا ابولہب دشمنان اسلام اور مخالفین کا سرکردہ رہنما تھا، اس بدبخت
وبدنصیب کا دن رات کا کام ہی یہ تھا کہ حضور جہاں بھی تشریف لیجاتے یہ بھی ساتھ ساتھ
ہو لیتا یا وہاں پہونچ جاتا، آپ لوگوں کو سمجھاتے، حق وصداقت کا درس دیتے، نیکی کی تبلیغ
فرماتے، تو ابولہب آپ کی مخالفت کرتا قریش سے کہتا کہ لوگو! کہیں محمد کی باتوں میں آکر
اپنے آبائی دین کو چھوڑ نہ بیٹھنا، یہ میرا بھتیجا تو (معاذ اللہ) بے دین ہوگیا ہے پاگل ہوگیا
ہے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں جنہوں نے ہر مشکل میں ہماری مدد کی
ہے صدیوں سے ہمارے اسلاف جن بتوں کی پرستش کرتے آئے، کیا اس ایک آدمی کے
کہنے سے انکو ٹھکرا دیں یہ نہیں ہوسکتا، کبھی نہیں ہوسکتا جب تک میری جان ہے
لات ومنات اور نصر وہبل کی عظمت کے پرچم کو سرنگوں نہیں ہونے دیں گے اور یہ محمدؐ آخرت
کے عذاب سے لوگوں کو اکثر ڈراتا رہتا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ آخرت کیا بلا ہے، مرنے
کے بعد کہیں پھر کوئی زندہ ہوسکتا ہے۔

حضرات سامعین ! کفار مکہ کے ان تمام مخالفتوں کی وجہ سے بسا اوقات رسول خدا کے
پیغام کی تبلیغ کے لئے دوسری جگہ بھی جایا کرتے اور یہ سوچ کر جاتے کہ شاید وہاں کے لوگ
ہماری بات مان جائیں گے، ایمان لے آئیں گے، خدا کو ایک جانیں گے، یہی سوچ کر دل
میں یہی تمنا رکھ کر تبلیغ دین کا کام شروع کرتے ہیں، ایک مرتبہ آپ علیہ السلام مکہ سے پیدل
چل کر سنگلاخ وادیوں کو طے کر کے طائف پہنچ گئے، طائف کے سب سے بڑے رئیس

عبد یا لیل پر اسلام پیش کیا اور اس کے بعد عام طور پر وعظ و تلقین فرماتے تھے، اس درس ہدایت میں خدا کی بڑائی بت پرستی کی مذمت، برائیوں سے باز رکھنے کی تاکید اور اچھائی کی زندگی گذارنے کی دعوت دی، انتہائی شیریں لہجہ، نرم الفاظ، دلنشیں تقریر مگر طائف کے لوگ مکہ والوں سے کم ظالم اور حق شناس نہ تھے۔ ان کم عقلوں نے اپنے غلاموں اور بچوں کو آپ کے خلاف ہو کر پیچھے لگا دیا سر بازار آپ کو گالیاں دیتے، برا بھلا کہتے، اور پھر پتھروں کی بارش کرتے، یہاں تک کہ حضورؐ کے پاؤں مبارک خون میں لہولہان ہو گئے۔ حفیظ جالندھری نے کیا ہی خوب نقشہ کھینچا ہے ؎

بڑھے انبوہ در انبوہ پتھر لے کے دیوانے
لگے باران سنگ اس رحمت عالم پہ برسانے

یہ منظر بڑا ہی دردناک تھا سورج اپنی آنکھ سے خوں ٹپکا رہا تھا، درودیوار کانپ جاتے تھے، سینۂ گیتی سے دلدوز آہیں نکل رہی تھیں، شجر و حجر فریادیں کرتے ایک طرف دنیا کا سب سے بڑا انسان انسانیت کا محسن اعظم، خدا کا سچا رسول بھلائی کی باتیں بیان کر رہا تھا، لوگوں کو اندھیرے کی سمت سے روشنی کی طرف بلا رہا تھا اور دوسری طرف اس کے جواب میں پتھر برسائے جا رہے تھے، رسول اللہ زخموں کے سبب زمین پر گر پڑے، آپ کے خدام بازو پکڑ کر کھڑا کرتے اور جب آپ چلنے لگتے تو وہ نامراد اور زیادہ تیزی اور بے دردی کے ساتھ پتھراؤ کرتے یہاں تک کہ حضورؐ پھر زمین پر بیٹھ جاتے، پیارے نبی درد سے کراہ رہے تھے، کپڑے خون میں لت پت تھے، جسم مبارک سے خون بہہ بہہ کر جوتیوں میں بھر گیا، آپ کی یہ حالت دیکھ کر طائف کے شریر بچے تالی بجا بجا کر ہنستے۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

وہ ابر لطف جس کے سائے کو گلشن ترستے تھے
یہاں طائف میں اس کے جسم پر پتھر برستے تھے

جگہ دیتے تھے جن کو حاملیں عرش آنکھوں پر
وہ نعلین مبارک خاک و خون میں بھر گئیں یکسر

رفیق سفر حضرت زید بن حارثہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کے لیے اپنا سینہ سپر کر دیا اور پتھروں سے جانثار خادم کا سر پھٹ گیا۔ موت و تباہی و ہلاکت کے فرشتے انتظار میں تھے کہ محمدؐ کی زبان سے اہل طائف کے لئے بد دعاء نکلے اور خدا کا حکم پا کر

ہم طائف کی زمین کو نیست و نابود کردیں۔ محمدؐ کے لہو کی ایک ایک بوند کا ہم انتقام لےکر رہیں گے ایک ایک درشت فقرے کا جواب دیا جائے گا، عاد وثمود کی قوموں سے زیادہ برا حشر کر کے چھوڑیں گے، سید عالم کی توہین سے بڑھ کر جرم کیا ہوسکتا ہے؟ فرشتوں نے کہا کہ اے رحمۃ للعالمین اگر آپ حکم دیں تو ان پہاڑوں کو ملا کر ملیا میٹ کردوں

جناب رحمۃ للعلمیں نے سن کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر وغضب بنکر نہیں آیا
میں کیوں ان کے لئے قہر الٰہی کی دعا مانگوں
بشر ہیں بے خبر ہیں کیوں تباہی کی دعا مانگوں

مگر رحمۃ للعالمین کی زبان حق سے ایک لفظ بھی بددعا کا نہ نکلا۔ اپنے اللہ سے اس ظلم وزیادتی کا آپ نے ذرہ برابر شکوہ نہیں کیا، صبر واستقلال اور توکل علی اللہ کی ایک مثال قائم کی جس کے ذکر سے اگلی پچھلی تمام تاریخیں خالی ہیں۔

حضرات! محمدؐ طائف سے واپس ہوئے پاؤں زخموں سے چور تھے، طائف کی ٹھنڈی ہواؤں سے چوٹوں میں مزید تکلیف ہوتی، راستے کے گردوغبار نے زخموں کو اور زیادہ تکلیف دہ بنا دیا، پھولوں کے عوض بدن پر زخم لیکر مکہ میں آئے۔ حضرات قربان جائیے کفار مکہ کی ان تمام مخالفتوں، بے زاریوں اور مشکلوں کے باوجود خدا کا سچا نبیؐ اعلان حق کرتا رہا کوئی مخالفت اس کے عزم محکم میں ذرہ برابر بھی ڈھیل پیدا نہ کرسکی، صبر و استقامت حق وصداقت اس کی ذات میں رچ بس گئی تھی اس کی رسالت کا چراغ آندھیوں کی گود میں جلتا رہا مگر یہ تیز وتند ہوائیں اس کے رخ کو نہ موڑ سکیں۔ آپ علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی مصیبت وپریشانی میں گزاردی کوئی ایسا پہلو نہیں ہے جس میں آپ کو ستایا نہ گیا ہو، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے فرماتے ہیں۔ ''لقد اوذیت فی اللہ مایوذی احد'' کہ جتنی تکالیف اللہ کی راہ میں مجھے دی گئی ں اتنی کسی کو نہیں دی گئیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ علیہ السلام کی مظلومانہ زندگی سے سبق سیکھنے اور آپ کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Mohammad Tabrez Bhagalpuri

مناقب صحابہؓ

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على من لا نبي بعده، اما بعد:
قال الله تعالىٰ في القرآن الكريم o اعوذ بالله من الشيطن الرجيم o بسم الله الرحمن الرحيم o
محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله ورضوانا سيماهم في وجوههم من اثر السجود o صدق الله العظيم.

میرے لب پہ ذکر صحابہ ہے اسی ذکر سے ہے یہ برتری
نظر آئی دیدۂ قلب سے مجھے آج محفل سروری

وہ نبی کے عاشق زار تھے وہی صاحب وقار تھے
کوئی فاتح عرب و عجم کوئی قاطعِ سرِ سنتری

صدر محترم — اور اسٹیج پر جلوہ افروز علماء کرام ومعزز سامعین اس وقت میری تقریر کا موضوع مناقب صحابہ ہے، نبوت ورسالت کے آخری سلسلہ کی تکمیل آقائے نامدار تاجدار مدینہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر ہوئی، اب آپؐ کے بعد کوئی نبی یا رسول آنے والا نہیں ہے آپ کی شریعت آخری شریعت ہے، قیامت تک آنے والے انسانوں اور قوموں کے لئے اس کو خدا کا آخری قانون بنا دیا گیا، اسی لئے اس کو قیامت تک محفوظ رکھنے کا وعدہ بھی فرمایا گیا ہے، اسی لئے قرآن کے معانی والفاظ دونوں کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے، جس طرح اس کی علمی حفاظت کی گئی، اسی طریقے سے عملی حفاظت کا بھی نظم کیا

گیا اور ذرائع حفاظت میں حضرات صحابہ سب سے اول ہیں، صحابہ کی راست گفتاری اور صدق گوئی پر ان کی زندگی کا حرف بحرف گواہ اور شاہد ہے، ان کی عقل وفراست پر ان کے کارنامے شاہد عدل ہیں، یہی وہ صحابہ کی مقدس جماعت ہے جس کی تعلیم وتربیت اور تزکیہ تصفیہ کے لئے سرور کونین کو براہ راست معلم ونگراں مقرر فرمایا گیا، جیسا کہ قرآن کریم نے بیان کیا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيٰتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍo

تحقیق کہ اللہ نے احسان کیا مومنوں پر جب کہ بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے جو تلاوت کرتا ہے ان پر اس کی آیتوں کو اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو تعلیم دیتا ہے، کتاب وسنت کی اور حکمت کی اور یقیناً وہ اس سے قبل کھلی گمراہی میں تھے۔

برادران ملت! چوں کہ صحابہ کرام کو حضور پرنور علیہ السلام کی علمی وعملی میراث دی جارہی ہے اس لئے قرآن وحدیث میں ان کے عادل ہونے کی شہادت دی گئی اور صحابہ کرام کو یہ بلند مقام حاصل ہوا، اس مقدس جماعت کو باری تعالیٰ نے رسول اللہ کی رسالت ونبوت پر عادل گواہوں کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کیا، جیسا کہ قرآن کریم نے اس کی وضاحت کی۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَاناً سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِo

کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں، اور جو ایماندار لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں مہربان ہیں، تم ان کو دیکھو گے رکوع سجدہ کرتے ہوئے وہ صرف اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور ان کی علامت ان کے سجدے کی نشانی ہے، گویا کہ محمد رسول اللہ ایک دعویٰ ہے اور اس کے ثبوت کے لئے صحابہ کی سیرت وکردار کو بطور دلیل پیش کیا گیا کہ جس کو اس کی صداقت میں شک وشبہ ہو اسے آپ کے ساتھیوں کی پاکیزہ

سیرت کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنے ضمیر سے خود فیصلہ کرنا چاہئے کہ جس کے رفقاء اتنے بلند اخلاق وکردار کے مالک ہوں وہ خود کس مقام پر فائز ہوگا، اسی لئے تو نبی کریمؐ نے صحابہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

اَصۡحَابِیۡ کَالنُّجُوۡمِ بِاَیِّهِمۡ اِقۡتَدَیۡتُمۡ اِهۡتَدَیۡتُمۡ.

کہ میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں، تم جن کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے اور دیکھو جب سمندر کی وسعتوں میں سفینے راہ بھول جاتے ہیں، تو آسمان کے ستارے ان کی رہنمائی کرتے ہیں اور فکر ونظر کی الجھنوں میں جب نسل انسانی بھٹک جاتی ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابہ رہنمائی کرتے ہیں، جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

راہ ملتی ہے شب کو تاروں سے
اور ہدایت نبی کے یاروں سے

اے صحابہ پر مر مٹنے والو! صحابہ کے مناقب ہم سے پوچھتے ہو تو سنو:

جنہوں نے اپنے خون و پسینے سے اسلام کی آبیاری کی۔

وہ صحابہ جنہوں نے دین کے لئے اپنے ماں باپ، بیوی بچوں کو قربان کیا وہ صحابہ۔

جن کی تعلیم وتربیت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم بنا کر بھیجا گیا۔

وہ صحابہ جن کے تزکیہ وتصفیہ کے لئے حبیب خدا آئے وہ صحابہ۔

جن کے زمانے کو خیر القرون کہا گیا وہ صحابہ۔

جن کو رضی اللہ عنہم کا لقب ملا وہ صحابہ۔

جن کی اطاعت کو رسول اللہ کی اطاعت قرار دیا گیا وہ صحابہ۔

جن کی مخالفت کو رسول اللہ کی مخالفت قرار دیا گیا وہ صحابہ۔

جن کے راستے کو معیاری راستہ قرار دیا گیا وہ صحابہ۔

جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل

المومنین نوله ما تولی و نصلیه جهنمo
جو شخص مخالفت کرے رسول کی جب کہ اس کے سامنے ہدایت کھل چکی ہو اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے تو ہم پھیر دیں گے اس کو جس طرف وہ پھرتا ہے اور داخل کر دیں گے جہنم میں۔

اس آیت کریمہ کا اولین مصداق صحابہ کرام کی مقدس جماعت ہے، اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اتباع نبویؐ کی صحیح شکل صحابہ کرام کی سیرت واعمال واخلاق و کردار کی پیروی کرنا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب ہم صحابہ کرام کی سیرت وکردار کو اسلام کے اعلیٰ معیار پر تسلیم کریں، اس قسم کی بہت سی آیات میں صحابہ کرام کے مراتب و فضائل کو مختلف طرق سے بیان کیا گیا ہے۔

سامعین کرام! ان تمام باتوں سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ دین کے سلسلہ کی پہلی کڑی (معاذ اللہ) اگر نا قابل اعتماد ہو اور ان کے اخلاق واعمال میں خرابی تسلیم کر لی جائے اور ان کے بارے میں یہ تصور کر لیا جائے کہ وہ بھی حب و جاہ و مال میں گرفتار تھے تو دین کی ساری عمارتیں مسمار ومنہدم ہو کر رہ جائیں گی، دنیا کا یہ دستور ہے کہ جب کسی خبر یا واقعہ کو رد کرنا ہوتا ہے تو سب سے پہلے اس کے راویوں کو جرح وتنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے، ان کی سیرت پر وار کیا جاتا ہے، ان کی ثقاہت وعدالت کو مشکوک بنایا جاتا ہے، چوں کہ صحابہ کرام دین وشریعت کے سب سے پہلے راوی ہیں، اس لئے چالاک فتنہ پردازوں نے جب دین اسلام کے خلاف سازش کی اور اس سے لوگوں کو برگشتہ کرنا چاہا تو سب سے پہلے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہدف تنقید بنایا، چناں چہ تمام فرق باطلہ اپنے نظریاتی اختلاف کے باوجود اس بات میں متفق نظر آئے کہ صحابہ کی مقدس جماعت کے سیرت و کردار کو داغدار بنایا جائے اور ان کی شخصیت کو نہایت ہی غلط رنگ سے پیش کر کے ان کی آئینی حقیقت کو ختم کیا جائے، یہی نہیں بلکہ ان کے پاکیزہ ساتھیوں نے جن کے ایمان کو حق تعالیٰ نے معیار قرار دیا ان پر حب جاہ اور خیانت وکینہ پروری کی تحقیق لگائیں چناں چہ ارشاد ربانی ہے، آمنو کما امن الناس یعنی صحابہ کے ایمان جیسا تم بھی ایمان لاؤ۔
دیکھئے!

جن کی صداقت بے مثال وہ صحابہ۔
جن کی عدالت ضرب المثل وہ صحابہ۔
جن کی شجاعت بے نظیر وہ صحابہ۔
جن کی سخاوت بے انتہا وہ صحابہ۔
جن کی شرافت لاجواب وہ صحابہ۔
جن کے بچے دین کے خاطر یتیم ہوئے وہ صحابہ۔

یہی وہ صحابہ ہیں جنہوں نے اپنے والدین، بیوی، بچوں اور اپنی جائیداد و املاک حتی کہ اپنی جان عزیز تک کو راہ خدا میں قربان کرنے سے گریز نہیں کیا، جیسا کہ قرآن کریم نے ان لوگوں کا نقشہ اس طرح کھینچتا اور کہتا ہے:

رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدَ اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا وہ عہد جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا بعض نے تو اپنی جان عزیز تک کو راہ خدا میں قربان کر ڈالا اور بعض اس کے منتظر ہیں اور ان کے عزم و استقلال میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں ہوئی، جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چکے

اے گلشن محمدؐ کے دیوانو! حافظ ابوذرعہ رحمۃ اللہ علیہ جماعت صحابہ کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ کسی صحابئ رسول پر تنقید کر رہا ہے تو تم سمجھ جاؤ کہ وہ زندیق ہے، اس لئے کہ رسولؐ برحق، قرآن برحق، جو کچھ قرآن نے بیان کیا وہ برحق جو کچھ رسولؐ لائے وہ برحق رسولؐ کے اقوال برحق، رسولؐ کے افعال برحق، صحابہ کے اقوال برحق، صحابہ کرام کا مقام شریعت میں ایک بنیادی گھر کے مانند ہے، اور وہ ہمارے گھروں کو مجروح کرنا چاہتے ہیں، تاکہ کتاب و سنت کا خاتمہ ہو جائے اس لئے جماعت صحابہ پر تنقید کرنے والے خود مجروح ہوں گے، یہ حضرت آقائے نامدار تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ ہیں۔ ان کے بارے میں ادنی لب کشائی کرنا ہی

قابل جرم ہے، ان کی محبت ہی محبت رسولؐ ہے اور ان کی مخالفت ہی مخالفت رسول ہے، جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الله الله فی اصحابی لا تتخذوهم غرضا من بعدی غرضاً فمن احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم ومن اذاهم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذا الله ومن اذی الله یوشک ان یاخذه.

خبر دار اے لوگو! میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو ان کو میرے بعد ہدف تنقید نہ بنانا کیوں کہ جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اور جس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی اور جس نے اللہ کو اذیت پہنچائی زیبا ہے کہ اللہ پاک اسے پکڑ لے گا اور ایک دوسری جگہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: لا تسبوا اصحابی.

میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو کیوں کہ تمہارا وزن ان کے مقابلے میں اتنا بھی نہیں جتنا کہ ایک تنکے کا وزن پہاڑ کے مقابلے میں ہوسکتا ہے، اگر تم میں سے کوئی ایک احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تب بھی ایک مد جو کے برابر نہیں پہنچ سکتا ہے، اور نہ ہی عشر عشیر تک اگر چہ صحابہ کے مرتبے میں باہم تفاوت تھا، مگر اخلاص وللّٰہیت، دیانت وامانت، تقویٰ وپرہیزگاری میں سب کے سب ایک اور متفق تھے، جیسا کہ کسی شاعر نے کہا:

لگایا تھا مالی نے اک باغ ایسا
نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا

ان تمام باتوں کے باوجود اگر کوئی شخص حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو انسانی سطح پر رکھ کر تنقید شروع کر دے تو اس سے یہ الزام آئے گا کہ (معاذ اللہ) محمدؐ اپنے منصب وفریضہ کو بخوبی انجام نہ دے سکے اس وقت قرآن کی صریح تکذیب ہوگی۔

اے ناقدین صحابہ! یاد رکھو! یہ تنقید کا نتیجہ صرف انہیں تک محدود نہیں رہتا بلکہ اللہ ورسول، قرآن وحدیث سب اس کے زد میں آجاتے ہیں اور دین کی ساری عمارت منہدم ہو جاتی ہے، اہل حق کا یہ امتیاز رہا ہے کہ صحابہ کرام کی عزت وعظمت کرتے تھے ان کے بارے

میں اف بھی کہنا پسند نہ کرتے تھے کہنا تو در کنار سننا بھی گوارہ نہ کرتے تھے، عقائد کی تمام
کتابوں میں یہ مضمون موجود ہے کہ تم صحابہ کے ذکر خیر کے سواء اپنی زبان کو ہر طریقے سے
بند رکھو، مگر موجودہ دور میں کچھ ایسے افراد بھی ہیں جنہیں نہ ہی قرآن وحدیث کی معلومات
اور نہ ہی دیگر علوم سے واقفیت پھر بھی ان لوگوں نے تحقیق کے نام پر تحریف کرنی شروع
کردی، تاریخ کی کتابوں کو کھود کرید کر اور آنکھیں بند کر کے غلط بات ثابت کی ہے، کہ آیا
اس امام کی حقیقت کیا ہے، صحابہ معیار حق ہیں یا نہیں صحابہ کی ذات قابل تقلید ہے یا
نہیں، بلکہ صحابہ کرام کی ذات کو مجروح کرنے کی شازشیں رچی جارہی ہیں حالاں کہ قرآن
واحادیث اور اہل حق کا اس بات پر اجماع منعقد ہے اور سب اس پر متفق ہیں، کہ حضرات
صحابہ کرام پر نکتہ چینی نہ کی جائے اور جو روایات مذکورہ وصولوں کے خلاف ہوں وہ قابل رد
ہیں، لیکن اگر تحقیق کے شوق میں ان سارے اصولوں کو پس پشت ڈال دیا جائے تو ظاہر ہے
کہ یہ تحقیق نہیں بلکہ تحریف ہوگی۔

سامعین! ان ناقدین صحابہ سے کہہ دو کہ:

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا صحابہ کی عزت وحرمت کا یہی تقاضا ہے، کیا اسی کا نام
ذکر بالخیر ہے، کیا ایمانی غیرت کا یہی تقاضا ہے کہ صحابہ کی ذات کو مجروح کیا جائے، کیا
مسلمانوں کو رسول کا یہ ارشاد بھول جانا چاہئے:

اے رسول اللہ کے چاہنے والو! آؤمیں صحابہ کے بلند وبالا مرتبے کو بیان
کرتا ہوں۔

سنو! انسانوں میں انبیاء کے بعد سب سے افضل وہ صحابہ۔

رسول اللہ کے بعد عہد وخلافت پر فائز ہونے والے وہ صحابہ۔

منبر رسول پر رسول کے بعد خطبہ دینے والے وہ صحابہ۔

رسول کے بعد ملت کے پیشواء وہ صحابہ۔

mohammad tabrez bhagalpuri

رسول کے تربیت یافتہ وہ صحابہ۔

رسول کی رسالت کی تصدیق کرنے والے وہ صحابہ۔

جن کا امتحان باری تعالیٰ نے لیا وہ صحابہ۔

اے لوگو! صحابہ کے متعلق کچھ کہنے سے اجتناب کرو، صحابہ پر تنقید کرنا ضلالت وگمراہی ہے۔

نہ کر توہین پیغمبرؐ نہ بن شاتم صحابہؓ کا
اسی سے کفر پھیلے گا یہی ہیں کفر کے آلے

آؤ اور ہم سب مل کر عہد کریں کہ ہم صحابہ کی مقدس روح کو ٹھیس نہیں پہنچائیں گے، الہ العالمین ہمیں ان کے مراتب سمجھنے اور ان کے ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

mohammad tabrez Bhagalpuri

شرک وبدعات کی مذمت

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علی سيد المرسلين اما بعد:
فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم ٥ بسم الله الرحمن الرحيم٥ ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء٥ ومن يشرك بالله فقد ضل ضلالا بعيدا٥ صدق الله العظيم.

وقال النبی صلی الله علیه وسلم: من احدث فی امرنا هٰذا مالیس منه فهو رد. او كما قال علیه السلام

ہمیشہ سے تھا جس پہ اسلام نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلمان

صدر محترم واسٹیج پر رونق افروز علماء کرام ومعزز سامعین عظام! اس وقت مجھے جس موضوع کے لئے مدعو کیا گیا وہ ایک ایسا وسیع موضوع ہے جس کو صاحب نظر حضرات ہی بیان کرسکتے ہیں۔

میرا مطالعہ اتنا وسیع نہیں کہ میں اس پر کچھ روشنی ڈالوں، مگر چوں کہ ناظم صاحب کا حکم ہے لہٰذا ان کے حکم کی تعمیل بھی ضروری ہے، اس لئے کچھ بولنے کی جسارت کرتا ہوں اور وہ موضوع ہے (شرک وبدعات کی مذمت) یعنی اللہ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنا عقیدہ توحید جو شریعت اسلامی کا بنیادی جز ہے، جس پر ہر مومن کا عمل پیرا ہونا ضروری ہے، انسان کو شرک وبدعات کی غلیظ ترین نجاست سے صاف وشفاف رہنا اور دوری اختیار کرنا اور صحیح عقیدہ رکھنا ضروری ہے، آج کے اس نازک اور سنجیدہ ماحول میں اگر آپ پوری

دنیا کا نظارہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اکثر مقامات پر شرک و بدعات کا بازار گرم ہے۔ شرک و بدعات کے کارخانے وجود پذیر ہو رہے ہیں، اگر ایک جانب آقائے نامدار تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب تسلیم کیا جاتا ہے اور آپ کی بشریت کا انکار کیا جاتا ہے، تو دوسری طرف امہات المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان میں زبردست گستاخی کی جاتی ہے، کہیں غیر اللہ کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا تسلیم کیا جاتا ہے، تو کہیں شرک و بدعات کو فروغ و بلندی دے کر مسلمانوں کے سچے پکے عقائد صحیحہ پر حملہ کیا جاتا ہے، وہ سر جو صرف اور صرف رب ذوالجلال کے سامنے جھکنا چاہئے تھا آج اسی سر کو غیر اللہ کے سامنے خم کیا جاتا ہے، اور اس سے نصرت کا مطالبہ کیا جاتا ہے، ان سے اولاد کا سوال کیا جاتا ہے، ان سے مرادوں کی تکمیل کا سوال کیا جاتا ہے، ان کے لئے نذرانہ پیش کیا جاتا ہے، آقائے مدنی کی محبت میں غلو سے کام لیا جاتا ہے۔

اے ملت اسلامیہ کے غیور مسلمانو! یاد رکھو وہ تم کو کسی مصائب و آلام اور حوادث کے تھپیڑوں سے بچا نہیں سکتے، اے مسلمانو! سوچو تو سہی وہ تمہارے کار آمد کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ وہ خود ہی مصائب میں اپنی حفاظت نہیں کر سکتے ادنی سے ادنی مصیبت کو رفع دفع نہیں کر سکتے، جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ○

اور تم جن لوگوں کو خدا کے علاوہ پکارتے ہو، وہ تمہاری کچھ بھی مدد نہیں کر سکتے اور نہ اپنی مدد کر سکتے ہیں اور جن پیر و بزرگ کی قبر پر جا کر تم مدد طلب کرتے ہو ان سے مراد یں مانگتے ہو، ان سے اولاد مانگتے ہو، وہ تو خود موت کے شکار ہو گئے اور اپنی حفاظت نہ کر سکے تو مر جانے کے بعد وہ تمہاری مدد کیسے کر سکتے ہیں، سوچو تو سہی جن کی قبر پر تم چادر چڑھاتے ہو بکرے اور مرغ کا نذرانہ پیش کرتے ہو، سجدہ کرتے ہو ان سے مدد کی امید رکھتے ہو، وہ نبی ہوں یا ولی، جن ہوں یا ملائکہ، یا خدا کی کوئی اور مخلوق وہ تمہاری کچھ بھی مدد نہیں کر سکتی اور اگر نہیں مانتے ہو تو دیکھو۔

حضرت آدم علیہ السلام اپنے بیٹے ہابیل کو نہ بچا سکے اور قابیل نے انہیں قتل کر ڈالا۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کنعان کو نہ بچا سکے اور وہ سیلاب میں غرق ہو گیا۔
حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیوی کو نہ بچا سکے اور وہ ہلاک ہو گئی۔
سرکار دو جہاں اپنے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کو نہ بچا سکے اور وہ حضرت کی گود میں وفات پا گئے۔
بلکہ یہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے۔
دیکھو! حضرت آدمؑ کو جنت سے باہر نکالا گیا لیکن وہ اپنی مدد نہ کر سکے۔
حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا وہ اپنی مدد نہ کر سکے۔
حضرت موسیٰؑ بحر قلزم کے کنارے پر کھڑے تھے مگر وہ اپنی مدد نہ کر سکے۔
حضرت یونسؑ کو دریا میں ڈال دیا گیا وہ اپنی مدد نہ کر سکے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں پریشان تھے مگر وہ اپنی مدد نہ کر سکے۔
حضرت امیر حمزہ شہید کر دیئے گئے مگر وہ اپنی مدد نہ کر سکے۔
حضرت عمرؓ کو شہید کر دیا گیا مگر وہ اپنی مدد نہ کر سکے۔
حضرت عثمان غنیؓ کو بھوکا پیاسا شہید کر دیا گیا وہ اپنی مدد نہ کر سکے۔
حضرت علیؓ کو شہید کر دیا گیا مگر وہ اپنی مدد نہ کر سکے۔
یہ وہ عظیم ہستیاں ہیں جو اپنی حیات میں مدد نہ کر سکیں تو دوسروں کے لئے کیسے مدد کریں گی۔

اے ملت اسلامیہ کے غیور نوجوانو! سوچو تو سہی، جب انبیاء کرام اور صحابہ کرام کی مقدس جماعت کسی کی مدد نہ کر سکی تو یہ پیر یہ غوث یہ قطب یہ ابدال ان کی کیا مجال کہ وہ مرنے کے بعد تمہاری مدد کریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ کہلوایا:

قُلْ لَّا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا.

اے مسلمانو! جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہو سکتے تو ان پیروں کی کیا حقیقت کہ وہ تمہارے نفع وضرر کے مالک ہوں، بلکہ یہ تو خود دوسروں کے محتاج ہیں، جیسا کہ قرآن کریم نے اس کو واضح طور پر اور بلیغ انداز میں

بیان کیا ہے۔

وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ

کہ اللہ پاک غنی ہے اور تم فقیر ومحتاج ہو۔

ملائکہ خدا کے محتاج۔

انبیاء ورسول خدا کے محتاج۔

قطب وابدال خدا کے محتاج۔

جن وانس خدا کے محتاج۔

ارض وسما خدا کے محتاج۔

شمس وقمر خدا کے محتاج۔

ستارے وسیارے خدا کے محتاج۔

شجر وحجر خدا کے محتاج۔

گل وگلزار خدا کے محتاج۔

چرند وپرند خدا کے محتاج۔

بحر وبر خدا کے محتاج۔

صحرا وبیاباں خدا کے محتاج۔

آب وہوا خدا کی محتاج۔

گویا کہ کائنات کی ہر چیز خدا کی محتاج ہے تو اے مسلمانو! تم ان محتاجوں کے سامنے دست سوال دراز کیوں کرتے ہو جب کہ یہ خود محتاج ہیں۔

اے گلشن اسلام کے بلبلو! بڑی نادانی اور کم عقلی کی بات تو یہ ہے کہ آقائے نامدار تاجدار مدینہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ باطلہ وفاسدہ تصور کیا جاتا ہے کہ آپ کو علم غیب کی خبر ہے حالاں کہ قرآن اعلان کر کے کہتا ہے:

وَعِنْدَهُ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ.

اور اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

mohammad tabrez Bhagalpuri

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ.
اور سورہ اعراف میں نبی کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا گیا:
وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ.
اگر میں علم غیب جانتا تو بہت ساری بھائی حاصل کر لیتا اور برائی میرے قریب نہ آتی، اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ علم غیب اللہ کے سواء اور کسی کو نہیں، ایک دفعہ ایک شادی کے موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، انصار کی چند لڑکیاں گا رہی تھیں، ان لڑکیوں نے گاتے گاتے یہ گانا شروع کر دیا وَفِينَا رَسُوْلٌ يَعْلَمُ مَافِي غَداً اور ہم میں سے ایک پیغمبر ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً منع کر دیا کہ یہ نہ کہو بلکہ وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھی اور خود امی جان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، جو شخص تیرے سامنے بیان کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں تو وہ جھوٹا ہے کیوں کہ خالق کائنات کا ارشاد ہے: لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ. اللہ کے سواء کوئی علم غیب نہیں جانتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہیں دیکھا تو دریافت کیا کہ وہ عورت کہاں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ اس عورت کا انتقال ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھے اطلاع بھی نہ دی بتاؤ کہ اس کی قبر کہاں ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قبر پر جا کر نماز پڑھی، ان تمام باتوں سے پتہ چلا کہ نبی علیہ السلام عالم الغیب نہیں تھے بلکہ عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے۔

ملت اسلامیہ کے نوجوانو! ان عقائد باطلہ رکھنے والوں کو یہ بتا دو کہ

کشادہ ذہن و دل و گوش کی ضرورت ہے
یہ عقائد ہیں یہاں ہوش کی ضرورت ہے

اور ایک باطل عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق رکھا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں یہ عجیب وغریب عقیدہ ہے، جو قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہے اور ہر جگہ حاضر و ناظر رہنا یہ کسی بندے کی شان نہیں، بلکہ یہ تو خدا تعالیٰ کی شایان شان ہے

جو ہر جگہ موجود ہے

ارض وسماں میں خدا۔

شمس وقمر میں خدا۔

شجر وحجر میں خدا۔

شب کی تاریکیوں میں خدا۔

بحر و بر میں خدا۔

دن کے اجالوں میں خدا۔

صحرا و بیاباں میں خدا۔

پہاڑ کی چٹانوں میں خدا۔

دریا کی موجوں میں خدا۔

ہوا کی فضاؤں میں خدا۔

گویا کہ وہ ذات ہر جگہ موجود ہے، جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

تو ہر جگہ موجود ہے، سب سے ملا سب سے جدا

برادران اسلام! مت پوچھئے کن کن طریقوں سے شرک و بدعات کا ارتکاب کیا جاتا ہے کبھی اولیا اللہ کی قبروں پر چادریں چڑھا کر ان کی قبروں پر جشن منایا جاتا ہے اور کبھی ان کی قبروں پر سجدہ کیا جاتا ہے جب کہ شریعت اسلامیہ نے اس سے منع کیا ہے، جیسا کہ آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی لعنت ہو قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور قبروں کو سجدہ گاہ قرار دینے والوں اور چراغ جلانے والوں پر ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہودیوں اور عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے پیغمبر کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا، ایک اور موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ انّی اَنھَاکُمْ عَنْ ذٰلِکَ.

خبردار قبروں کو سجدہ گاہ مت بنانا میں تم کو اس سے روکتا ہوں ان تمام احادیث سے پتہ چلا کہ قبروں پر سجدہ کرنا جائز نہیں اور ایک شاعر نے مجاوروں کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

رہ گئے قبروں کے پتھر سجدہ ریزی کے لئے

ہو چکا رخصت دلوں سے مسجدوں کا احترام

سامعین کرام !شرک ایک عظیم گناہ ہے،جس کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں فرمائے گا،جیسا کہ قرآن نے اعلان کیا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرِكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ.

کہ بے شک اللہ تعالیٰ مشرک کی مغفرت نہیں فرمائے گا اور اسکے علاوہ جس کو چاہے گا معاف فرمادے گا اور سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراو۔

اے مسلمانو !اگر میں تم سے پوچھوں؟

تم کو کس نے پیدا کیا؟

تمہارے آباءواجداد کو کس نے پیدا کیا؟

اس بلند و بالا آسمان کو کس نے پیدا کیا؟

اس وسیع وعریض زمین کو کس نے پیدا کیا؟

اس چمکتے ہوئے چاند اور دمکتے ہوئے سورج کو کس نے پیدا کیا؟

ان روشن ستاروں کو کس نے پیدا کیا؟

ان دریاؤں کی طغیانیوں کو کس نے پیدا کیا؟

ان سمندروں کی موجوں کو کس نے پیدا کیا؟

ان بلند و بالا پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا؟

ان کھلتے ہوئے پھولوں کو کس نے وجود بخشا؟

چہچہاتی ہوئی چڑیوں کو کس نے پیدا کیا۔

لوح وقلم کس نے بنائے؟

جنت وجہنم کس نے بنائے؟

تم کو رزق کس نے دیا؟

تمہارے پیروں میں چلنے کی طاقت کس نے دی؟

تمہارے ہاتھوں میں حرکت کی طاقت کس نے دی؟

تمہارے کانوں میں سننے کی صلاحیت کس نے دی؟

تمہاری زبان میں قوت گویائی کس نے دی؟
تمہاری آنکھوں میں دیکھنے کی قوت کس نے دی؟
تمہیں عقل سلیم کس نے دی؟
تمہاری ناک میں سونگھنے کی صلاحیت کس نے دی؟

تو تم جواب دو گے کہ اللہ نے دی، تو پھر اے عقل کے مارو کس دلیل کی وجہ سے غیر اللہ کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو۔

امت مسلمہ کے غیور مسلمانو! شرک ایک ایسی بلاء ہے جو انسان کے تمام اعمال کو ضائع کردیتی ہے، حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی:

"یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ"

کہ اے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ بے شک شرک ظلم عظیم ہے، مشرک کا ٹھکانا جہنم ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا ہے، مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَأْوَاہُ النَّار. جس نے اللہ رب العزت کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو اللہ نے اس پر جنت کو حرام کردیا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے، مشرک جنت میں داخل نہیں ہوسکتا کیوں کہ جنت تو پاک لوگوں کا مقام ہے، اور مشرک انتہائی درجہ کا غلیظ ترین شخص ہے، جنت تو وفاداروں اور نمک حلالوں کا مقام ہے اور مشرک تو غلیظ قسم کا باغی اور نمک حرام ہے جنت تو فرمان برداروں کا مقام ہے اور مشرک خدا کا نافرمان ہے، جنت تو ایک ہو جانے والوں کا مقام ہے اور مشرک تو ہرجائی ہے، اس لئے اس پر جنت حرام ہے۔

برادران ملت! یہ رضاخانی اپنے آپ کو عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، جو لوگ آپ کو مختار کل اور مالک جنت کہتے ہیں، اور خود لکھتے ہیں کہ:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
کیوں کہ محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

یہ صرف شعر ہی نہیں ہے بلکہ بریلوی حضرات کے پیشواء اعظم کا ارشاد ہے،

جس میں عجیب بات کہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدائی کے محبوب ہیں، اس لئے پوری خدا کے مالک بھی کہلانے کے مستحق ہیں، کیوں کہ محبوب اور محبّ میں تیرا میرا نہیں ہوتا، پس یہ نہ سمجھنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک کہہ کر آپ کی تعظیم کی گئی ہے، آپ کے رتبہ کو بڑھایا گیا ہے۔

بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبے کو گھٹایا گیا ہے آپ کی شفاعت کا انکار کیا گیا ہے، آپ ہی غور کریں کہ کیا دوست کے مکان کو اپنا مکان، دوست کے گھر کو اپنا گھر کہا جائے گا، پھر انسان دوستی پر قرب خداوندی کو قیاس کرنا کتنی بری بات ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو ہدایت کی توفیق عطا فرمادے۔ (آمین)

مشرک ایسا بدنصیب آدمی ہے کہ

اس کا نماز پڑھنا برباد۔

اس کا روزہ رکھنا برباد۔

اس کا حج کرنا برباد۔

اس کا صدقہ وخیرات کرنا برباد۔

گویا کہ مشرک کے تمام اعمال ضائع وبرباد ہوجائیں گے جیسا کہ اللہ پاک نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا:

لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبِطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ.

کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ جیسی شخصیت سے بھی شرک کا صدور ہوجائے تو آپ کے سارے اعمال ضائع ہوجائیں گے۔ تو اب آپ ہی فیصلہ کر کے بتائیے کہ جب اتنی عظیم ذات سے اگر شرک کا صدور ہوجائے تو ان کے سارے اعمال ضائع ہوجائیں گے، تو ہم لوگ کس کھیت کی مولی ہیں، بعض لوگ مصیبتوں اور پریشانیوں میں نبیوں اور پیروں کو پکارتے ہیں اور ان سے مدد چاہتے ہیں اور اس عقیدے کے ساتھ کہ ان کی ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں جو انتہائی ضلالت اور گمراہی کی بات ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِلٰھًا آخَرَ

جو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو پکارتے ہیں، اس سے بڑا گمراہ کون ہوسکتا ہے ظاہری بات ہے کہ اس سے بڑا گمراہ اور کوئی نہیں۔

اے چمن اسلام کو سرسبز دیکھنے والوں!

اے شریعت کے قلعہ کے نگہبانو!

اے کتاب وسنت کے فدائیو!

اے اسوۂ صحابہؓ اور طریقۂ اسلام کے شیدائیو!

اے شریعت اسلامیہ کے جانثارو!

ہم تمہیں آواز دیتے ہیں کہ تم اسلام کے چمن میں نئے پودے نصب کرنے والوں کے راستوں میں آہنی دیوار بن کر کھڑے ہوجاؤ تم شریعت کے قلعہ کو مسمار کرنے والوں کو ٹھکرا دو، تم اسوۂ صحابہ سے روگردانی کرنے والوں سے منہ موڑ لو تم طریقۂ اسلام کا مذاق اڑانے والوں سے کنارہ کشی اختیار کرلو۔

میدان محشر میں شافع محشر ساقیٔ کوثر کی شفاعت کام آئے گی تمہارے صحابہؓ نے حضور کو عالم الغیب نہیں جانا تو تم بھی ان کو عالم الغیب تسلیم نہ کرو جب انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر نہیں جانا تو تم بھی ان کو حاضر وناظر نہ تسلیم کرو۔

جب انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کل تسلیم نہیں کیا تو تم بھی مختار کل تسلیم نہ کرو۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر سجدہ کی اجازت نہیں دی تو تم بھی قبر پر سجدہ مت کرو۔

جب آپ نے شرک و بدعت سے منع کیا تو اس سے باز رہو اور اگر تم ان تمام چیزوں کا ارتکاب کرتے ہو تو یاد رکھو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو حشر مشرکین کا ہوا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک و بدعات کی غلاظت سے ہم سب کی حفاظت فرمائے

(آمین)

مسلمان پریشان کیوں

الحمد لله و کفی وسلام علیٰ عباده الذين اصطفیٰ اما بعد:
اعوذ بالله من الشيطان الرجيمo بسم الله الرحمن الرحيمo
وقال الله وتبارک و تعالیٰ فی القرآن المجيد والفرقان الحميد
ان الله لا يغير ما بقوم حتی يغيروا ما بانفسهم واذا اراد الله بقوم سوءً فلا مرد له ومالهم من دونهم من وال. (سوره رعد)

محترم حضرات سامعین کرام! میں نے ابھی ابھی آپ حضرات کے سامنے قرآن کریم کی آیت تلاوت کی ہے اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ بلا شبہ اللہ رب العزت کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا ہے جب تک کہ وہ قوم خود اپنے آپ کو نہ بدلے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر آفت ومصیبت نازل کرنا چاہتا ہے تو پھر وہ واپس نہیں لوٹتی اور اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی نگہبانی اور مہربانی سے جو ہمیشہ اس کی طرف سے بندوں پر ہوتی رہتی ہے کسی قوم کو محروم نہیں کرتا جب تک وہ اپنی روش اللہ کے ساتھ نہ بدل لے اور جب کوئی قوم اپنی روش خود بدل لیتی ہے تو خدا کی طرف سے آفت آتی ہے پھر کسی کے ٹالے نہیں ٹلتی اور نہ ہی کوئی مدد اس وقت کام آتی ہے۔

حضرات سامعین! جب تک مسلمان خدا کے قانون کے مطابق چلتے رہے اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے حکم کے تابع کر رکھا تھا اس وقت تک مسلمانوں کا عروج تھا، مسلمان فاتح قوم کہلایا کرتی تھی اس کا دبدبہ چہار دانگ عالم میں گونج رہا تھا، مسلمان کا

mohammad tabrez bhagalpuri

نام سن کر غیروں کے تاج وتخت لرز اٹھتے تھے لیکن جب سے مسلمانوں میں عیش وعشرت اور خواہشات نفسانی کی پیروی کا سلسلہ شروع ہوا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا پاس ولحاظ نہیں رہا، اسلامی تہذیب وتمدن معاشرہ سے ختم ہوتا گیا، مسلمان ہر طرح کی پریشانی میں مبتلا ہونے لگے اور آیت مذکورہ کا پس منظر سامنے آنے لگا، چناں چہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ مساجد ھم عامرۃ وھی خراب من الھدیٰ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اس میں اسلام کا صرف نام باقی رہے گا، یعنی اس کی روح ختم ہو جائے گی اور قرآن کے صرف حروف باقی رہیں گے عمل نہ رہے گا اور مسجدیں خوب عمدہ عمدہ بنیں گی حالاں کہ وہ ہدایت اور نمازیوں سے ویران رہیں گی۔

معزز سامعین عظام! اس حدیث پاک میں آقائے نامدار تاجدار مدینہ رسول عربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے سامنے تین قسم کی پیشین گوئیاں فرمائی ہیں پہلی پیشین گوئی یہ ہے کہ ،**لا یبقی من الاسلام الا اسمہ** کہ جس میں اسلام کا صرف اور صرف نام باقی رہ جائے گا اور مسلمان اپنی اسلامی ذمہ داری محسوس نہیں کریں گے۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا مسلمان اسلامی شعار سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔ غیر اسلامی تہذیب وتمدن سے قریب ہوتے چلے جائیں گے، غرضیکہ مسلمانوں کو اپنے اسلامی شعار، اسلامی تہذیب، اسلامی رہن سہن، اسلامی قوانین، اسلامی ذمہ داری، کا کوئی احساس باقی نہیں رہے گا اور وہ غیروں کے طریقے کو اپناتے چلے جائیں گے اور ہر برائی کو اپنے گلے سے لگا کر اس پر عمل پیرا ہو جائیں گے، افسوس ہو ایسی اقتداء پر۔

افسوس صد افسوس! کتنی بڑی بے غیرتی اور بے عزتی کی بات ہے۔

کیا اسلام نے ہم کو یہی سبق سکھایا ہے؟
کیا نبی کریم کی ذات اقدس نے اسی کی تعلیم دی ہے؟
کیا صحابہ کرامؓ نے اسی کا سبق پڑھایا ہے؟
کیا ائمہ اربعہ نے اسی کا درس دیا ہے؟
کیا فقہائے عظام نے اسی کی تعلیم وتربیت دی ہے؟
کیا وقت کے نامور علماء نے اسی کی جانب گامزن کیا ہے؟
کیا محققین ومفکرین نے ہمیں اسی جانب چلنے کو کہا ہے؟
نہیں اور ہرگز نہیں!

سب نے ایک خدا کی عبادت کرنے کی دعوت دی۔
سب نے مسجود حقیقی کے بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا ہے۔
سب نے قرآن کے احکام کو بجالانے کی ترغیب دی۔ سب نے اسلامی رہن سہن کی ترغیب دی ہے۔

اسی لئے آقائے مدنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان نام کے رہ جائیں گے۔

جیسا کہ یہودیوں نے سمجھا کہ ہماری ایک قوم ہے جس کا نام یہودیت ہے۔
ایسے ہی نصرانیوں نے سمجھا کہ ہماری ایک قوم ہے جس کا نام نصرانیت ہے،
سکھوں نے سمجھا کہ ہماری ایک قوم ہے جس کا نام سکھ ہے،
برہمنوں نے یہ سمجھا کہ ہماری ایک قوم ہے جس کا نام برہمن ہے۔
ہریجنوں نے یہ سمجھا کہ ہماری ایک قوم ہے جس کا نام ہریجن ہے،
ٹھاکروں نے یہ سمجھا کہ ہماری ایک قوم ہے جس کا نام ٹھاکر ہے۔
ایسے ہی مسلمانوں نے صرف اپنے آپ کو ایک قوم سمجھ رکھا ہے حالاں کہ اسلامی قوانین اسلامی حدود وقیود، مسلمانوں سے کچھ اور تقاضے کرتے ہیں۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! مسلمانوں نے یہ تصور کرلیا کہ ہم مسلمان ہیں، لیکن مسلمان ہونے پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے، شریعت مطہرہ ہمارے اوپر کیا کیا

پابندیاں عائد کرتی ہے، اس کی ذرا سی بھی خبر نہیں، اگر کوئی دین واسلام کی بات پیش کرتا ہے اسے حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

اسی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لا یبقی من الاسلام الا اسمه

کہ اسلام صرف نام کا باقی رہے گا اس کی حقیقت اور اس کی روح ختم ہو جائے گی، آج ہر چہار جانب سے مسلمان آلام ومصائب کے خوفناک طوفان میں گھرا ہوا نظر آتا ہے، مسلمان پر جور و جفا ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔

آج مسلمان بدلتے حالات سے دوچار ہو رہا ہیں۔

مسلمان غلامانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔

مسلمان فاقہ کشی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

مسلمانوں پر ابتلاء، آزمائش کی گھڑیاں نازل ہو رہی ہیں۔

مسلمانوں کی مساجد و مدارس محفوظ نہیں ہیں۔

مسلمانوں کی بہن و بیٹی کی آبرو محفوظ نہیں ہیں۔

باطل طاقتوں کا یلغار صرف مسلمانوں پر ہیں۔

مسلمان ہر طرح سے بدسلوکیوں کا شکار ہیں۔

مسلمانوں پر ہر طرف سے مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔

ایشیاء کے ملکوں میں اگر کوئی قوم پریشان ہے تو اس کا نام مسلمان ہی ہوگا۔

یورپ کے ممالک میں اگر کوئی قوم پریشان ہے تو اس کا نام بھی مسلمان ہی ہوگا۔

افریقہ کے ملکوں میں اگر کوئی قوم پریشان ہے تو اس کا نام بھی مسلمان ہوگا۔

چیچینیا ہو، یا بوسنیا، فلسطین ہو یا اندلس، افغانستان ہو یا ہندوستان، کشمیر ہو یا گجرات، اگر کوئی قوم پریشان حال ہے یا اس پر طرح طرح کے مظالم کئے جا رہے ہیں تو اس کا نام بھی مسلمان ہے وہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے والے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی دل وجان سے تصدیق کرنے والے ہیں، قرآن کے کلام اللہ ہونے کے مدعی ہیں، اس کے باوجود بھی تمام تر آلام ومصائب میں گھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

دردمندان ملت! اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر تمام تر آلام ومصائب کے خوفناک طوفان سے مسلمان ہی کیوں گھرا ہوا ہے، دیگر اقوام عالم کیوں نہیں پریشان ہیں، باطل طاقتوں کی یلغار مسلمان ہی پر کیوں ہے؟

فسطائی طاقتوں کے سامنے مسلمان ہی سرنگوں کیوں ہو رہا ہے؟

مسلمانوں کے جان ومال، عزت وآبرو محفوظ کیوں نہیں ہے؟

مسلمان ہر جگہ اضطراب وبے چینی کی زندگی بسر کیوں کر رہا ہے؟

مسلمانوں کے مساجد ومدارس جو کہ اسلام کی بقاء کی حیثیت رکھتے ہیں انہیں شک کی نظروں سے کیوں دیکھا جا رہا ہے؟

بھارتی درندے یعنی بی، جے، پی صرف مسلمانوں ہی کو اپنا نشانہ کیوں بنا رہے ہیں؟

اے ایمانی دولت کی حفاظت کرنے والو! توحید کے نام پر اپنی جان کی قربانی دینے والو، حب نبی میں سرشار ہونے والو! کان کھول کر سن لو، اگر اس کا کوئی جواب ہوسکتا ہے تو صرف یہی ہوسکتا ہے کہ آج ہم واقعتاً مسلمان نہ رہے، قوانین اسلام سے منہ موڑ کر اسلام کے اصول، ضوابط کو توڑ کر اپنے آپ کو مسلمان ہونے کا جھوٹا دعویٰ پیش کرتے ہیں، کیوں اس لئے کہ نماز ہم نہیں پڑھتے، زکوٰۃ ہم نہیں دیتے، قارون کی طرح مال اکھٹا ہم کرتے ہیں جوئے، بازی، قمار بازی، شراب نوشی ہم کرتے ہیں، سود لینا دینا ہماری زندگی کا ایک محبوب کاروبار بن گیا ہے، اسلامی تہذیب، اسلامی رہن سہن کو چھوڑ کر مغربیت کا جال اپنے اوپر ہم نے ڈالا ہے، اخوت، خودداری، ہمارے اندر نہیں، اختلاف و انتشار کی باتیں ہم کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فرائض کو ہم ترک کرتے ہیں سنت نبوی کو بالائے طاق ہم رکھتے ہیں، جس کے نتیجے میں آج پورے عالم میں مسلمان پریشان حال ہیں بدحالی وزبوں حالی ہماری قسمت بن گئی ہے، تباہی و بربادی ہمارا مقدر بن گئی ہے، حالاں کہ ایک وقت تھا کہ دنیا کی ہر چیز ہمیں سونپی گئی تھی، دنیا کی ہر چیز ہمارے تابع تھی ہم جس طرف قدم بڑھاتے پھیلتے چلے جاتے تھے، دنیا کی طاقت وقوت ہماری راہ میں حائل نہ ہوتی تھیں، ارے ہم تو وہ قوم ہیں جسے اللہ نے دنیا پر حکومت کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

مگر افسوس! صد افسوس آج ہماری غفلت کا نتیجہ ہے کہ ہم اتنی بڑی نعمت عظمیٰ سے محروم ہو گئے جس بنا پر باطل حکمراں ہم پر قابض ہیں، کل جو محکوم تھا آج وہ حاکم ہے، اور کل جو حاکم تھا آج وہ محکوم بنا ہوا ہے، اسی کو اللہ رب العزت نے فرمایا کہ:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ وَاِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْءً فَلَا مَرَدَّ لَہٗ وَمَا لَہُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّالٍ۔

اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا ہے جب تک کہ وہ قوم اپنی حالت خود نہ بدل لے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر آفت و مصیبت نازل کرنا چاہتا ہے، تو پھر وہ واپس نہیں لوٹتی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔

حضرات سامعین کرام! غور فرمائیں دوسری پیشین گوئی پر جس میں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ولا یبقی من القرآن الا رسمہ"

ایسا زمانہ اور ایسا وقت آنے والا ہے کہ جس میں قرآن کریم کے صرف اور صرف حروف باقی رہ جائیں گے، قرآن عظیم کی روح باقی نہیں رہے گی، قرآن کریم خوب دستیاب ہوگا، قرآن عظیم کے پڑھنے والے اور قرآن کریم کے حفظ کرنے والے طلبہ بھی ہوں گے، قرآن کریم کی اشاعت بھی خوب ہوگی مگر قرآن کریم کو عملی زندگی میں داخل کرنے والے صفر کے درجہ میں ہوں گے۔

حضرات سامعین! آج مشاہدہ کیجئے اور اپنے قلوب کو ٹٹول کر دیکھئے، کہ آج ہم قرآن کو اپنی عملی زندگی میں کتنا اور کس حد تک داخل کئے ہوئے ہیں اور آج ہم نے قرآن کو کن کن امور میں داخل کر رکھا ہے، ذرا اس کا بھی سرسری طور پر جائزہ لیجئے اور پھر اس حقیقت کو واضح کیجئے کہ آج صرف اس وجہ سے لوگ قرآن پڑھتے ہیں کہ ان کے جائز ناجائز کاروبار میں اضافہ ہو جائے، کوئی اس لئے پڑھتا ہے تاکہ مرنے والے کی بخشش ہو جائے، کوئی تعویذ بنا کر گلے میں ڈالتا ہے تاکہ بلاؤں اور پریشانیوں سے حفاظت ہو جائے، کوئی تو قرآن کو خوبصورت غلاف میں بند کر کے طاق میں سجا دیتا ہے تاکہ چوروں، ڈاکوؤں، دشمنوں، اور حاسدوں سے گھر کی حفاظت ہو جائے کوئی قرآن کو جھوٹی سچی قسمیں کھانے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ عصر حاضر کا مسلمان اپنے ہر قسم کے کارو

باراور ہر طرح کی دکان اور کارخانوں کے افتتاح کے لئے قرآن خوانی کا انتظام کراتے ہیں خواہ یہ دکانیں ناجائز اور حرام ہی کے لئے کیوں نہ استعمال ہونے والی ہوں خواہ کارخانوں اور فیکٹریوں کی تعمیر میں سودی پیسہ ہی کیوں نہ لگائے گئے ہوں، حیرت تو یہ ہے کہ تھیٹر اور سینما تک کے افتتاح کے لئے قرآن خوانی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

ملت کے غیور مسلمانو! ذرا سوچ کر بتاؤ کیا قرآن کے ساتھ یہی انصاف ہے؟ یہ عظیم مقدس کتاب اسی لئے نازل کی گئی تھی کہ اس کے ذریعے حرام اور سودی کاروبار کا افتتاح کیا جائے۔

میری ناقص رائے میں تو کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جو اس کتاب ہدایت کے مرتبے اور مقام سے واقف ہو اور پھر وہ اس کی ناقدری اور اس کے حقوق کی پامالی کے جرم کا ارتکاب کرے۔

حضرات! آیئے میں ان لوگوں کا اجمالی تعارف کراتا چلوں جنہوں نے اس کتاب مقدس سے محبت کی اور اس کو صحیح طور پر اپنی عملی زندگی میں داخل کیا، قرآن جن کا اوڑھنا بچھونا بن گیا تھا، قرآن جن کی زندگی تھی، قرآن جن کی شان، قرآن جن کا وقار تھا، وہ کہاں سے کہاں تک پہنچ گئے۔

تو سنو! جو لوگ سچے دل سے قرآن پر ایمان لائے، اسے سمجھ کر پڑھا اور اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں اس پر عمل کیا انہیں اللہ تعالیٰ نے ایسی بلندیاں عطا فرمائیں کہ آج تک آسمان و زمین میں ان کی بلندیوں کے چرچے ہیں، انہیں خالق عظمت و رفعت نے ایسی عظمت عطاء کی کہ عظمتوں اور چاہتوں کے بڑے بڑے مدعی ان کے پاؤں کی ٹھوکر بنے، انہوں نے تاج و تخت اور قیصر و کسریٰ کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا، وہ عرب کے بدو تھے صحراء کے باشندے تھے، اونٹوں کے چرواہے تھے بھیڑیوں کے نگہبان تھے اور علم و حکمت سے خالی تھے، دنیا کی نظر میں حقیر و ذلیل تھے، مگر جب انہوں نے قرآن کو سینے سے لگایا، تو زمانے کے امام بن گئے، قوموں کے مقتدیٰ اور پیشوا بن گئے، قسمت کے دھنی بن گئے، اخلاق کے غنی بن گئے، دنیا حیران و پریشان تھی کہ یہ جنگلی کیا سے کیا بن گئے اور کہاں سے کہاں تک پہنچ گئے۔

اور جب ہم نے قرآن کو چھوڑا تو پستیاں ہمارا مقدر بن گئیں، ذلت ورسوائی ہمارا نصیب ٹھہری، کفار ہماری ذلت پر پھبتیاں کستے ہیں، مذاق اڑاتے ہیں، یہودی ہم پر ظلم ڈھاتے ہیں، ہندو ہماری مسجدوں کو مندروں میں تبدیل کرتے ہیں، رافضی ہمارے آقاء کے جاںنثاروں کو گالیاں دیتے ہیں، کہیں گجراتی مسلمانوں کا قتل عام کیا جاتا ہے تو کہیں کشمیریوں کا گلا گھونٹا جاتا ہے، فلسطینیوں اور عراقیوں کو میزائل کے نشانے پر لا کر کھڑا کیا جاتا ہے، یہ سب کیوں ہوا، دیکھو!

ہم بلند چوٹیوں سے پستیوں میں کیوں گرے، ہم عزت واحترام کے تخت وتاج سے کیوں محروم ہوئے، دور حاضر کے دجال امریکہ وبرطانیہ سے ہم کیوں خوفزدہ ہوتے ہیں، ہم اب تک سیاسی ومعاشی غلامی میں مبتلا کیوں ہیں، آخر ہماری دعائیں قبولیت کے درجہ تک کیوں نہیں پہنچ رہی ہیں، تو ان تمام سوالوں کا جواب یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو چھوڑ دیا، ہم نے اس کو خوبصورت غلافوں میں بند کر کے الماریوں کی زینت بنا دیا، ہم نے اسے مردوں کا کلام بنا دیا، اسے پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کے بجائے اس کے احکامات اور آیات کو دنیا کی چند کوڑیوں کے بدلے بیچ دیا۔

حضرات !اسی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا و لا یبقی من القرآن الا رسمہ کہ قرآن کے صرف الفاظ باقی رہ جائیں گے اس کی روح ختم ہو جائے گی۔

باری تعالیٰ ہم سب کو قرآن پڑھنے اور اس کے مرتبے کو پہچان کر اس کے مطابق چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور اس کی ناقدری سے ہر ممکن بچنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۴۲۵/۶/۱۳ھ

انجمن اصلاح البیان
کتاب نمبر

اتحاد ہی مسلمانوں کا اصل پیش خیمہ

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعده اما بعد:
اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم o بسم اللہ الرحمن الرحیم o
واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا، واذکروا نعمة اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا وکنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منھا، کذالک یبین اللہ لکم آیته لعلکم تھتدون o
صدق اللہ العلی العظیمo

ایک ہو جائے تو بن سکتے ہیں خورشید مبین
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

حضرات گرامی اور سامعین کرام! آج کے اس پُرفتن وپرآشوب دور میں مسلمانوں کو تباہ و برباد، نیست و نابود کرنے کی شازشیں ہو رہی ہیں، عالمی پیمانہ پر مسلمانوں کے خلاف تحریکیں چلائی جارہی ہیں، ہر ملک ہر خطہ میں مسلمانوں کے نشیمن کو اجاڑ کر نذر آتش کیا جارہا ہے، مسلمانوں کی بہو بیٹیوں کی عصمت دری کی جارہی ہے، مسلمانوں کی عظمت و تقدس کو پامال کیا جارہا ہے، گویا کہ مسلمان ہر طریقے سے ظلم و بربریت کے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں۔

ایک ہنگامۂ محشر ہو تو اس کو بھولوں
سیکڑوں باتوں کا رہ رہ کے خیال آتا ہے

لیکن یہ سوال پیدا ہوا کہ آخر مسلمانوں کو اتنے برے ایام دیکھنے کو کیوں ملے، اگر ہم عقل سلیم سے غور وفکر کریں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ ہم نے اپنا

عظیم سرمایہ کھو دیا، ہم سے اتحاد و اتفاق کی عظیم پونجی لٹ گئی، حالاں کہ ہم کو معلوم ہے کہ اتحاد و اتفاق ایک ایسی عظیم الشان دولت و ثروت ہے جس کو غیر قوموں نے بھی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا ہے، اتحاد و اتفاق ملت کا ایک گراں قدر سرمایہ ہے، جس نے عرب و عجم، ایران و چین گورے اور کالے کی عصبیت کو ختم کردیا، اتحاد الامم ایک عظیم اثاثہ ہے، جس کے ہوتے ہوئے معاشرہ تباہ نہیں ہوسکتا، مسلمانو یہی وہ اتحاد ہے کہ جب ہم نے اس کو گلے سے لگایا تھا، افتراق وانتشار کی چنگاریاں شعلہ نہ بنی تھیں، تو ہم پوری دنیا پہ قابض تھے، ہمارا ہلالی پرچم بام عروج پر تھا۔

مشرق تا مغرب اور شمال تا جنوب ہماری حکمرانی تھی، صحراء و بیاباں ہمارے زیر مملکت تھے، دریا و سمندر ہمارے زیر نگیں تھے، چرند و پرند ہمارے تابع تھے، ہماری شان و شوکت قابل صد افتخار تھی، ہماری عظمت و رفعت قابل مبارک باد تھی، کفار و مشرکین ہمارے تذکرے سن کر لرزہ براندام ہوجایا کرتے تھے، کسی شاعر نے اس کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے۔

تھی کون سی جگہ پہ سایہ نہ تھا ہمارا
دونوں جہاں میں یارو آباد تھے تو ہم تھے
تعمیر دو جہاں کی بنیاد تھے تو ہم تھے
دیکھا پرکھ کر آخر نظر پڑا یہ
گرانقدر تھے تو ہم تھے نقاد تھے تو ہم تھے

الغرض! فلاح و بہبود ہمارا جزء لاینفک بن چکی تھی، اس کو علامہ اقبال نے یوں کہا۔

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

لیکن جب افتراق وانتشار کی چنگاریاں ہمارے اندر شعلہ بن کر بھڑکنے لگیں اور اختلاف جیسی مہلک چیز کو ہم نے اپنا رفیق زندگی بنالیا، اتحاد ملت ہم کو برا معلوم ہونے لگا، اختلافات کے اندر ہمیں کامیابیاں نظر آنے لگیں۔ عداوت و تشاحرات کو ہم نے گلے

سے لگا لیا، تو ہمارا معاشرہ فتنہ وفساد سے دو چار ہونے لگا، مصائب و آلام کی گھٹا ٹوپ تاریکیاں ہماری راہ میں حائل ہونے لگیں، ہمارا عزم واستقلال ختم ہوتا چلا گیا، کافروں کے دلوں سے ہمارا رعب و دبدبہ نکلتا گیا، کفار ومشرکین ہمیں ذلت بھری نظروں سے دیکھنے لگے، ہمیں قتل کرنے کے منصوبے بنائے جانے لگے، ہمارے مدارس ومساجد پہ پابندیاں عائد ہونے لگیں، کفر ومعاندت کی آندھیاں ہمارے خلاف چلنے لگیں، ہماری عزت وناموری ذلت وخوری میں بدلنے لگی، ہمارا عروج زوال میں تبدیل ہونے لگا اور ہم قعر مذلت کے غار میں گر گئے، ذلت ورسوائی ہلاکت ونکبت ہمارا مقدر بن کر رہ گئی، اس کو شاعر نے یوں کہا۔

آبرو باقی تری ملت کی جمعیت سے تھی
جب یہ جمعیت گئی دنیا میں رسوا تو ہوا

برادران ملت! جب کہ گردش دوراں نے ہمیں بیدار کیا تھا، انقلاب زمانہ نے ہمیں آواز دی تھی حالات وقت نے ہمیں کمر بستہ ہونے کو کہا تھا، عراق کی تباہی ہمیں وارننگ دے رہی تھی، فلسطین کی قتل وغارت گری نے ہمیں متحد ہونے کو کہا تھا، گجرات کے جلتے دن رات نے ہمیں مسلح ہونے کو کہا تھا، پوری دنیا میں قوم مسلم کی تباہی ہمارے کانوں کو دستک دے رہی تھی، قوم کے افتراق وانتشار نے ہماری بے حسی پر ماتم کیا تھا اور پوری دنیا میں یہ آواز گونج رہی تھی کہ۔

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق ومغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

لیکن افسوس صد افسوس! کہ ہم نے ان باتوں کو پس پشت ڈال دیا اور گوشہ نشینی اختیار کر لی، خون کی ندیاں ہمارے سامنے بہائی گئیں، مگر ہم نے اپنے آپ کو محفوظ خیال کیا۔

مسلمانو! ذرا بتاؤ کہ افغانستان میں ظلم وتشدد کے پہاڑ کیوں توڑے گئے میزائلوں اور مہلک ہتھیاروں سے ان کی املاک وجائیداد کو صفحۂ ہستی سے کیوں مٹا دیا گیا؟ عراق پر بموں کی بارشیں کیوں ہوئی؟ فلسطین میں شیخ یٰسین کو کیوں شہید کیا گیا؟ احمد آباد میں

قیامت برپا کیوں کی گئی؟ تمام مسلم معاشرہ کو تباہ کیوں کیا گیا؟ سوچو، غور کرو اور پھر مجھے بتاؤ کیا یہ اختلاف وانتشار کا نتیجہ نہیں ہے؟ کیا یہ باہمی تنازعہ کا ثمرہ نہیں ہے،؟ کیا یہ اتحاد و اتفاق سے دوری کی نحوست نہیں ہے؟ کیا یہ خداوند قدوس کے فرمان کو فراموش کرنے کا نتیجہ نہیں ہے؟

وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ.

کہ آپس میں مت جھگڑو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا خیزی ہوگی، مخالفین کے قلوب سے تمہارا رعب و دبدبہ نکل جائے گا، تمہارا وقار ذلت وخواری میں بدل جائے گا اور تم ذاتی طور پر کمزور ہو جاؤ گے اور تم بزدل بن جاؤ گے اور تمہارا نام ونشان دنیا سے مٹ جائے گا، شاعر مشرق علامہ اقبال نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندی مسلمانو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

اے ملت بیضاء کے جیالو! آقائے نامدار تاجدار مدینہ سرور دو عالم آقائے مدنی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک ارشادات کے ذریعہ باہمی اتحاد و اتفاق کی دعوت دی ہے اور باہمی نزاع واختلاف سے روکا ہے، ایک اور موقع پر آپسی جھگڑے و اختلاف کی ہلاکت کی آفرینی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا، یہ حالقہ ہے یعنی مونڈنے والا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ سر کو مونڈنے والا ہے، بلکہ یہ تو دین کو مونڈنے والا ہے، اور اجتماعیت اور باہمی اتحاد واتفاق کی اہمیت کے بارے میں فرمایا اَلْمُسْلِمُ اَخُوا الْمُسْلِمِ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اے مسلمانو! جب تک ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ پیدا نہ ہوگا، اتحاد و اتفاق قائم نہیں ہوسکتا ہے۔

اے ملت اسلامیہ کے نوجوانو! آج بھی نفرتوں اور تنازعات کی خلیج کو دور کیا جا سکتا ہے، عداوت وتشاحرات کی دیوار کو منہدم کیا جا سکتا ہے، آج بھی باہمی الفت ومحبت پیدا کی جا سکتی ہے، آج بھی قومی تفاخر من وتو کے امتیاز کو ختم کیا جا سکتا ہے

لیکن شرط یہ ہے کہ ہم قرآن مجید کی للکار کو سننے والے ہو جائیں، احکام نبوی پر عمل پیرا ہو جائیں۔

اے لوگو! دیکھو ہم مسلمان ہیں۔ قرآن پر ہمارا ایمان ہے، فرمان رسول پر ہمارا یقین ہے، رہبر ہمارا قرآن ہے، دین ہمارا اسلام ہے، خدا ہمارا ایک ہے، تو اے مسلمانو آؤ اپنی زندگی سے نفرتوں اور تنازعات کی دیوار کو منہدم کر ڈالیں، قرآن کہتا ہے۔

اِنَّ هٰذِهٖ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً

مسلمانو! جب قرآن ہمیں ایک کہہ رہا ہے، فرمان رسول یہ ہے کہ ہم جسم واحد کے مانند ہیں تو ہم میں یہ اختلاف کیوں؟

قوم گویا جسم ہے افراد ہیں اعضائے قوم
منزل صنعت کی رہ پیما ہیں دست و پائے قوم

مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

حضرات سامعین کرام! اس بات کو ذہن نشین کر لیجئے کہ جس قوم وملت نے باہمی اتحاد واتفاق اور یکجہتی کو اختیار کیا، گلے ملنے اور بھائی بھائی بننے کو پسند کیا وہ ہمیشہ فوز و فلاح کے بلند و بالا مقام پر نظر آئے، فتح وظفر نے ان کی قدم بوسی کی، اور وہ کائنات کے چپے چپے ذرے ذرے پر چاند کی طرح چمکے اور سورج کی طرح روشن نظر آئے اسی کو شاعر نے یوں کہا۔

تمہاری قوم کا ہر چہرہ جگمگائے گا
کبھی تو گیسوئے ملت سنوار کر دیکھو

دردمندان ملت! پھر آپ سے ایک سوال ہے کہ اختلاف وانتشار جیسی مہلک چیز ہمارے اندر کیوں پیدا ہوگئی، ہم منفرد کیوں ہو گئے، اتحاد ملت کو ہم نے برا خیال کیوں کر لیا، اتحاد جیسی عظیم دولت ہم سے کیوں لٹ گئی۔

ہمارا اتفاق، افتراق سے کیوں بدل گیا، تو اے لوگو یاد رکھو جس قوم وملت نے

عداوت وتشاجرات کواپنالیا، انفرادیت کو پسند کرلیا اپنے اندر سے اتحادواتفاق کی دولت کو مٹادیا اتحاد ملت کو برا تصور کرلیا، اجتماعیت سے کنارہ کشی اختیار کرلی، اس قوم نے کبھی بھی فوز وفلاح کا چہرہ نہیں دیکھا، فتح وظفر نے اس پرتھوک مارا، اوراس افتراق وانتشار نے اس قوم کوقعر مذلت کی تاریک غار میں گرادیا اوراس قوم سے چین وسکون سلب ہوگیا، عیش وتنعم کا بستر ان سے چھن گیا، ہلاکت ونکبت ان کا مقدر بن گیا۔

آبرو باقی تری ملت کی جمعیت سے تھی
جب یہ جمعیت گئی تو دنیا میں رسوا تو ہوا

اے امت مسلمہ کے دھڑکتے دلو! اگرہم ملت اسلامیہ کوزوال کے غار سے نکال کر بام عروج پر پہنچانا چاہتے ہیں، باہمی خلفشار کی دلدل سے نکال کراتحادواتفاق کے تروتازہ گلشن میں پہنچانا چاہتے ہیں، اختلاف وانتشار کی ذلت وخواری سے بچا کراتفاق کی دولت سے ہمکنار کرنا چاہتے ہیں، تو ہم کواسلامی اتحاد پیدا کرنا ہوگا آقاے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات پر عمل کرنا ہوگا اے مسلمانو اپنے سرکواٹھاؤاور دیکھوکہ انسانیت چیخ چیخ کرپکارتی ہے کہ اٹھواور ظلم وستم جبر وتشدد کوصفحۂ ہستی سے مٹادو۔

بحر ہے بے چین کشتی ڈال دے لنگر اٹھا
تاج شاہی منتظر ہے اے مسلماں سر اٹھا

اے مسلمانو! ذرابتاؤ کہ تم کب تک خواب غفلت میں مست رہوگے، کب تک تمہیں پائے تحقیر سے ٹھکرایا جاتا رہے گا؟ کب تک تمہارے تقدس وعظمت کو پامال کیا جائیگا؟ کب تک تمہارے وقار کومجروح کیا جائے گا؟ کب تک تمہاری عزت وناموری پر بدنما داغ لگایا جائے گا؟ کب تک تک تمہاری بہوبیٹیوں کی آبروریزی کی جائے گی؟ کب تک تمہارے بچے یتیم کئے جائیں گے اورتمہاری بیویاں بیوہ ہوتی رہیں گی؟ اے مسلمانو ذراہوش میں آؤ اوراپنی قوم کی حالت کودیکھواور بقول شاعر

تا بکے خوابوں تغافل میں رہے گا مسلم
ہوش میں ہوکے دیکھ تو پستی اپنی

پائے تحقیر سے ٹھکراتی ہے دنیا آ کے تجھ کو
اور تو بھول گیا قوم پرستی اپنی

اے مسلمانو !اب بھی سنبھل جاؤ،اور اپنے اندر سے اختلاف وانتشار جیسی بلا کو ختم کرڈالو اور اتحاد و اتفاق کو لازم پکڑلو۔

"وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا"

اللہ کی رسی (قرآن مجید) کو مضبوطی سے پکڑلو اور آپس میں مت جھگڑو تب جا کر تم کو کامیابی وکامرانی نصیب ہوسکتی ہے، لیکن اتنا خیال رہے کہ یہ اتحاد صرف اور صرف کلمہ توحید کی بنیاد پر قائم ہوگا، وہ کلمہ توحید جس نے انسان کو کفروشرک کی گھٹاٹوپ تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی دولت وثروت سے مالا مال کردیا، وہ کلمہ توحید جس نے عرب وعجم، چین و ایران، عراق و جاپان کی عصبیت کو ختم کردیا، وہ کلمہ توحید جس نے تمام مسلمانوں کو ایک خدا کے ساتھ جھکا دیا۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

لیکن یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اختلاف و انتشار کیسے دور ہوگا؟ ہمارے اندر اتحاد پیدا کرنے کے اسباب کیا ہیں؟ تو اے مسلمانو! وہ اسباب قرآن واحادیث ہیں، قرآن مجید آج بھی دلوں کو آپس میں ملانے کی صلاحیت رکھتا ہے، قرآن کریم آج بھی اسی تاثیر کا حامل ہے جس تاثیر کا آج سے پندرہ صدی پہلے تھا، اگر ہم سب مل کر قرآن کریم کے احکامات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل پیرا ہو جائیں، تو آج بھی وہی اتحاد واتفاق پیدا ہو جائے گا جو کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے مختلف قبائل وخاندان کو کلمہ توحید لاالہ اللہ محمد رسول اللہ کی بنیاد پر قائم کیا تھا۔

برادران اسلام! ہمیں اور آپ کو چاہئے کہ اب خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں اور جو کفرو معاندت کی آندھیاں ہمارے خلاف چل رہی ہیں، ان کا رخ بھی انہیں کی جانب

موڑ دیں اور ایک ایسا انقلاب برپا کردیں جس سے پوری دنیا حیران وششدر رہ جائے، اور حالات کا اس طرح ڈٹ کر مقابلہ کریں تاکہ پھر ہماری سابقہ تاریخ لوٹ آئے۔

بتان رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہوجا
نہ ایرانی رہے باقی نہ تورانی نہ افغانی

مسلمانو! آؤ اپنے اندر سے اختلاف وانتشار کو ختم کردیں اور وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا پر عمل پیرا ہوجائیں اور اَلْمُسْلِمُ اَخُوْ الْمُسْلِمِ کی زندہ جاوید تصویر بنائیں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمارے اندر سے اختلاف وانتشار کو ختم کردے اور اتحاد واتفاق کی دولت سے ہمکنار کرے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العٰلمين

mohammad tabrez Bhagalpuri

اقوام متحدہ مسلمانوں کی عالمگیر دشمن

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد:
قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی القرآن المجید و الفرقان الحمید
یاَاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا لاَ تَتَّخِذُا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارىٰ اَوْلِیَآء
وقال اللہ تبارک وتعالیٰ فی آیۃ اخریٰ یاَاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا لاَ تَتَّخِذُواالْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآء

حضرات سامعین! میں جس موضوع سخن کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں وہ ایسا موضوع ہے جس کو بیان کرنے کے لئے آغاز ہی میں اعضاء و جوارح کو قابو میں لینا پڑتا ہے، کیوں کہ مقرر کو ڈر ہے کہ کہیں اس کی زبان نہ کھسک جائے، کہیں اس کا دل چکنا چور نہ ہو جائے، کہیں اس کا جسم لرز نہ جائے، کہیں اس کا کلیجہ پگھل کر سیل رواں کی شکل نہ اختیار کرلے، کہیں اس کی تاب نہ لاکر مدہوش نہ ہو جائے، یہ ایک ایسا موضوع ہے، ایسی دردناک کہانی ہے جسے زبان سے بیان کرنے کے لئے پتھر کا دل اور فولادی کلیجہ ہونا چاہئے، یہ وہ حادثۂ عظمیٰ اور مصیبت کبریٰ ہے جسے زبان پر لانے کے لئے لوہے سے بھی زیادہ سخت جگر ہونا چاہئے۔

ہمیں یقین ہے کہ اتنی سخت تمہیدات سے بالکل آپ چونک اٹھے ہوں گے، آپ کے کان سننے کے لئے بے تاب ہو گئے ہوں گے۔ تو سن لیجئے وہ کربناک موضوع وہ دلخراش داستان آپ کی ذات سے متعلق ہے، آپ کی قوم سے متعلق ہے، آپ کے کندھے سے کندھے ملا کر چلنے والے لوگوں سے متعلق ہے۔

حضرات ! آج جب ہم اخبارات کی ان سرخیوں کو پڑھتے ہیں، کتابوں اور رسائل کے اندران خبروں کا مطالعہ جب ہم کرتے ہیں، انٹرنیٹ، ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے ذریعہ ان حقیقتوں کو جب نشر کیا جاتا ہے، جن کے ایک ایک اشارے پر انسانیت کے خون سے ہولی کھیلی جارہی ہے، عورتوں کی چادر عصمت کو تار تار کیا جارہا ہے، معصوم بچوں اور بے گناہ نوجوانوں کو تلوار کی سنگینیوں اور بندقوں کی گولیوں سے بھون دیا جارہا ہے، خوبصورت سے خوبصورت شہر کو جہنم کی شکل دی جارہی ہے، کہیں ٹینکوں، توپوں اور ہیلی کاپٹروں سے میزائل، بم گرا کر دیہاتوں میں آگ لگائی جارہی ہے، تو کہیں چیچنیا کی بوڑھی عورتوں اور بیواؤں کو گودام میں بند کر کے ان کے اوپر گرینیڈ پھینکا گیا، کہیں کوسو میں مسلمانوں کے بچوں کو ذبح کر کے جلتی ہانڈی میں ڈال دیا گیا، تو کہیں عیسائی نے مسلمانوں کو قتل کر کے آوارہ کتوں کے سامنے پھینک دیا گیا، کہیں بوسنیائی مسلمانوں کے سر ہتھوڑوں سے پھوڑ کر تندور میں زندہ جلا دیا گیا تو کہیں مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے خونخوار بھیڑیئے آپس میں لڑ پڑے، تو کہیں برما کے مسلمانوں کو ٹکرے کر کے قیمہ بنایا گیا تو کہیں الجزائر کے مسلمان مردوں کا گوشت کھانے پر مجبور ہوئے، تو کہیں سری لنکائی مسلم عورتوں کے پیٹ چاک کر کے وہاں کے کتے اور بلی کے بچے کو رکھ دیا گیا تو کہیں بلغاریہ کے مسلمانوں کو نماز روزہ کا دھندہ ترک کرنے کی دھمکی دے کر ان کی ہزاروں مساجد کو کلب میں تبدیل کر دیا گیا، تو کہیں انڈونیشیائی مسلمانوں کے کان، ناک، انگلیوں کو کاٹ کر گلے کا ہار بنایا گیا تو کہیں چینی علماء کی تبلیغی کوشش کے جرم میں ان کی لاشوں کا سودا کیا گیا، تو کہیں البانوی مسلمانوں کے بازو اور ٹانگوں کو آگ پر پکایا گیا تو کہیں فلسطینی مسلمانوں کے بیت المقدس میں خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں، تو کہیں افغانی مجاہدین کو زندہ دفن کیا جارہا ہے، تو کہیں ہر تین منٹ بعد ایک عراقی مر رہا ہے تو کہیں بلا جواز تنقید کا نشانہ بنا کر نہتے لوگوں پر بموں کا مینہ برسایا جارہا ہے۔

حضرات ! ایسے وقت اور ایسے حالات میں ایک بات ذہن میں آتی ہے وہ یہ کہ اتنے خونی ڈرامے کے باوجود آج جس کو ہم نے عالمی پیمانے پر اپنا فلاحی ادارہ مانا ہے جس کو ہم نے رفاہی تنظیم مانی ہے، جس کے گلے میں حقوق انسانی کے تحفظ کا جھومر ڈالا ہے، جس کو ہم

نے انسانیت کا نجات دہندہ قرار دیا ہے۔

وہ کونسا ادارہ ہے، اور وہ کون ایسی تنظیم ہے۔

جس نے ظالموں کو جنگ وجدال سے دور نہیں رکھا۔

اپنے عدل وانصاف کا مظاہرہ نہیں کیا۔

مظلوموں کی مدد نہ کر کے اپنی قانون کی پرواہ نہیں کی۔

قاتلوں کو سزا نہ دے کر اپنا واجب الاحترام آقا سمجھا۔

ظالموں کے نرغے میں پھنس کر بزدل بن کر چمکتا ہوا نظر آیا۔

بربادیٔ ملت اور پامالیٔ اسلام کا خونی تماشہ دیکھ کر امریکہ کی غلامی کو اپنے سر کا تاج سمجھ لیا۔

تو سن لیجئے! وہ ادارہ اقوام متحدہ ہے، جو بظاہر ایک رفاہی تنظیم ہے لیکن جب ہم گہرائی سے اس کی تاسیس کے بنیادی مقاصد پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ فی الوقت وہ اسلام کے تئیں کئی خطرناک اہداف رکھتا ہے، پھر چوں کہ یہودیوں کا ایک دیرینہ خواب ہے جو مرحلہ وار اسلام پر نشتر گھونپنے کے بعد اسے کمزور کر کے شرمندہ تعبیر ہوا اور اس تنظیم کے سربراہوں نے اسے دنیا کے لئے، مونس، وہمدرد اور ترقی کا ذریعہ باور کر لیا اور اسی کے توسط سے یہود کی عالم میں حکمرانی قائم کی، جسے برقرار رکھنے کی راہ میں یہودی اسلام ہی کو ٹائم بم تصور کرتا ہے، جو کسی بھی وقت پوری دنیا میں جمے ہوئے اس کے قدم کے نیچے پھٹ کر شیش محل کے سارے منصوبوں کو خاک میں ملا سکتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اقوام متحدہ کے ارکان اسلام اور مسلمانوں کو اپنے لئے عظیم خطرہ تصور کرتے ہیں تو ان کا کوئی بھی قدم مسلمانوں کے حق میں کیوں کر ہوتا ہے؟

دوستو! اس سوال نے بہت سے سوال پیدا کر دیئے ہیں، مثلاً اقوام متحدہ کا بطور ہمدردی افغانستان میں غذا فراہم کرنا، اسپتالوں میں دوا نہ ہونے کی وجہ سے تشویش کا اظہار کرنا، جنگ زدہ حالت پر تشویش ظاہر کرنا، حقوق نسواں اور حقوق انسانی کی پامالی پر واویلا مچانا، تو جب وہ اسلام دشمن ہے تو اسلامی ملک کے بارے میں تفکرات کیوں لاحق ہوتے ہیں؟

عصر حاضر کے سمجھدار سپوتو! درحقیقت یہ اسلام کے خلاف اور

اسلامی ممالک کے خلاف اپنایا جانے والا زبردست ہتھکنڈہ ہے جو ایک دودھاری چھری ہے جو بظاہر کاٹنے کے قابل نہیں ہوتی، لیکن کاٹی جانے والی چیز کو سلامت بھی نہیں چھوڑتی، کیوں کہ یہی وہ اقوام متحدہ ہے جو تمام مغربی اسلام مخالف گروپوں کی سرپرستی اور تحفظ کا کام انجام دے رہا ہے، جس کا اصل مقصد دنیا میں مسلمانوں کو غلام بنا کر رکھنا اور اسلام کی ترقی کے راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنا ہے۔

یہی وہ اقوام متحدہ ہے جس کے اہل کار بوسنیائی مسلم حکمرانوں، معزز گھرانوں اور شریف رؤسا کی نظر بند ماؤں، بہنوں، اور بیٹیوں کی عصمت دری جیسے نا قابل معافی جرم کے مرتکب ہوئے۔

یہی وہ اقوام متحدہ ہے جس کی نگرانی میں صومالیہ، عراق، الجزائر، ترکی، سوڈان میں خونریزی برپا کر کے معصوم بچوں، بیماروں کو دوائیوں کے نہ ہونے کی وجہ سے تڑپتے ہوئے جان دینے پر مجبور کیا۔

یہی وہ اقوام متحدہ ہے جس کی آڑ میں پوری دنیا کے کفار اسلامی بنیاد پرستی کے بہانے مسلمانوں کو تختۂ مشق اور تشدد کا نشانہ بنا رہے ہیں۔

یہی وہ اقوام متحدہ ہے جسے ہزاروں بے بس طالبان کا امریکی دہشت گردوں کے ہاتھوں بہنے والا خون نظر نہ آیا۔

یہی وہ اقوام متحدہ ہے جو آج حرمین شریفین پر یہودیوں کے قبضہ اور جزیرہ عرب میں داخلہ کا سبب بنی ہے۔

یہی وہ اقوام متحدہ ہے جو آج مسلمانوں میں انتشار اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے اور وطنی ولسانی تعصب پیدا کرنے میں پیش پیش ہے۔

یہی وہ اقوام متحدہ ہے جو اسلام اور علمائے اسلام سے مسلم عوام کو بیزار کرنے اور امت مسلمہ کے شیرازہ کو منتشر کرنے میں کوشاں ہے۔

حضرات سامعین! اقوام متحدہ کی تنظیم دنیا میں امن وسلامتی قائم کرنے اور انسانیت کو جنگ وجدال سے دور رکھنے کی غرض سے وجود میں لائی گئی تھی۔

مگر اس ادارے کی تاریخ بتاتی ہے کہ اس نے اپنی خصوصی افواج کے ذریعہ جس

بلکہ، یا جس علاقے کا رخ کیا وہاں ایسی ظلم وزیادتی کی داستان چھوڑی جس کی مثال کوئی پیش نہیں کرسکتا، بلکہ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ ازآں دم تا ایں دم خونریزی، قتل و غارت گری کا واقعہ دنیا میں پیش نہیں آیا تو وہ کچھ غلط دعویٰ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ تاریخ میں اس واقعہ کے پاسنگ بھی کوئی واقعہ نہیں ملتا اور شاید دنیا قیامت تک یاجوج ماجوج کے سواء کبھی ظلم و زیادتی کی داستان نہ دیکھے، جو ظلم وزیادتی مسلمانوں اور عراقی مظلوم مسلمانوں کے ساتھ ہوا بوسنیا میں انسانیت سوز مظالم کی داستانیں اسی ادارے اور اس کے نمائندوں کی کارگردگی میں دی جاتی رہی ہیں، بوسنیائی مسلمانوں کو اقوام متحدہ کی نگرانی ایک ہی دن میں ۲۴؍ ہزار بے گناہ مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا۔

٨٧٠؍ مساجد کو مسمار کر کے اسمبلی ہاؤس میں تبدیل کر دیا گیا۔

مسلمانوں کی شرعی عدالتوں کو بھی ختم کیا گیا۔

مسلمان عورتوں کے پردے پر پابندی عائد کی گئی۔

اگر کوئی عورت پردے میں نظر آتی تو اس کا پردہ چھین لیا جاتا، اسے مار دیا جاتا اور جیل بھیج دیا جاتا، اسی طرح ناجائز مقدمات میں گرفتار کر کے جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈھکیل دیا جاتا۔

اپنے جرائم کے بعد کچھ بوسنیائی مسلمانوں نے ہمت و استقلال کا جب اعلان کیا تو سربیائی افواج درندوں اور خونخوار بھیڑیوں کی طرح نہتے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور کسی پر رحم نہیں کھایا، انہوں نے مردوں عورتوں اور بچوں کو قتل کیا، عورتوں کے پیٹ چاک کر دیئے اور پیٹ کے بچے کو مار ڈالا، ہر طرف خوف و دہشت کا ماحول پیدا ہوگیا، امن و امان کا جنازہ نکل گیا، دہشت و بربریت ہر طرف چھا گئی، شیطان بھی محسوس کرنے لگا کہ لگ رہا ہے کہ ہم بھی کسی کے شاگرد ہو جائیں گے، سرب جن علاقوں کے اندر گھسے وہاں کے مسلمانوں کو گھروں سے نکال دیا۔

جو سڑکوں پر چل رہے تھے انہیں جمع کیا اور سب کو پکڑ کر دریاؤں کے پلوں پر لے جایا گیا، جہاں ان کی شہ رگیں کاٹی گئیں، پھر انہیں دریا میں پھینک دیا گیا، بعض جگہ ایسا کیا گیا کہ بڑے بڑے گڑھوں کے کنارے پر جانوروں کی طرح لٹا کر ذبح کیا گیا اور

سربوں ۔ نے ہتھوڑوں سے مسلمانوں کے سروں کو کچل دیا۔

کھوپڑیاں توڑ ڈالیں، معصوم بچوں کی کھوپڑیوں کو گندوگنوں سے پھوڑ ڈالا ان مظلوم مسلمانوں کو سرب درندے ہراس چیز سے قتل کرتے جو کسی کے پاس موجود تھی۔

بعض تو چاقوؤں سے قتل کرتے، کچھ تو قینچیوں سے مارتے، نازک اعضاء کترتے، کئی تو ہاتھوں سے گلا گھونٹ دیتے بعض رسیوں اور کپڑوں سے گلا دباتے، بعض ظالم ان مظلوم مسلمانوں کو انہیں سیمنٹ کی بلاکوں اینٹوں اور پتھروں سے قتل کرتے۔

بوتل کے ٹوٹے شیشے سے پیٹ چاک کر کے انتڑیوں کو باہر نکال دیتے اور پھر جسم کو بڑے بڑے تندوروں میں جلا دیتے۔

اے ہندی عقلمندو اور مسلم دانشورو! سوچو تو سہی کس قدر بوسنیائی مسلمانوں کے اوپر حیوانیت، سفاکیت اور درندگیت کا عملی مظاہرہ کیا گیا اور کس قدر بے گناہوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی اور بوسنیائی مظلوم ومقتول مسلمانوں کے ساتھ انتہائی بہیمانہ سلوک کیا گیا۔

اے مسلم دانشور بتاؤ! اتنے بڑے پیمانہ پر مسلمانوں کی تباہی پر فلم دیکھنا۔

کسی مسلمان صحافی کو بوسنیا کے اندر جانے کی اجازت نہ دینا۔

بوسنیائی مسلمانوں کو اپنے تحفظ کے لئے ہتھیار رکھنے پر پابندی عائد کرنا۔

مظلوم بوسنیائی مسلمانوں کی مدد نہ کرنا۔

بوسنیائی مسلمانوں کی نسل کشی پر آنکھ پر پٹی باندھ لینا۔

بوسنیائی مسلمانوں کی آہ وبکا اور اس کی فریاد کو نہ سننا۔

یہ مسلمانوں سے تعصب پرستی نہیں تو اور کیا ہے۔

یہ اقوام متحدہ کی بے حسی نہیں تو اور کیا ہے۔

یہ مسلمانوں سے منافقت نہیں تو اور کیا ہے۔

اقوام متحدہ کا جنگ بندی کا اعلان کرنا یہ اس ادارے کی قانون کی توہین نہیں تو اور کیا ہے؟ مسلمانوں کی نسل کشی پر افسوس کا اظہار نہ کرنا یہ اس کی بے ضمیری کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے۔

سامعین! یہ تھا بوسنیا کا حال، تاریخی اوراق کو اگر پڑھیں گے تو کہیں اس سے زیادہ عراق میں نومولود بچوں کے دلخراش حالات پڑھنے کو ملیں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ پچھلی قوموں میں فرعون بچوں کے قاتل کے طور پر مشہور بادشاہ گذرا ہے، جس کا تصور بھی آج کے انسان کے جسم پر رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے، مگر انسان بہر حال انسان ہے، کل بھی وہی انسان تھا، آج بھی وہی انسان ہے، صرف طور طریقے اور انداز تبدیل ہو چکے ہیں، دلائل کی نوعیت بدل چکی ہے، مگر بچوں کے قتل عام کا بازار آج بھی اسی طرح گرم ہے جس طرح فرعون کے دور میں تھا، کوئی محض پولیس سے انتقام لینے کی خاطر طرح سو سے زائد معصوم اور بے گناہ معصوم بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے، تو کوئی فرعون کے نقش قدم پر چلتے ہوئے محض اپنے اقتدار اور حکومت کی حفاظت میں ہزاروں نہیں لاکھوں بچوں کو تہہ تیغ کر دیتا ہے، مگر پھر بھی دنیا اسی کو انسانیت کا نجات دہندہ قرار دیتی ہے، آج ہم نے اقوام متحدہ کو انسانیت کا نجات دہندہ قرار دیا ہے، جی ہاں۔

آج کے اس ترقی یافتہ متمدن اور مہذب دور میں فرعون کے دور کی طرح بچوں کے قتل عام کا بازار گرم ہے مگر اس قتل عام کو دنیا نے امن وسلامتی کا نام دیا ہے۔

حضرات! امریکہ اور اقوام متحدہ نے مشترکہ طور پر اگست ۱۹۹۰ء میں عراق کی اقتصادی اور تجارتی ناکہ بندی کر کے اپنے آپ کو نجات دہندہ قرار دینے کی جو مہم چلائی ہوئی ہے، حقیت میں وہ انسانیت کے نجات دہندہ نہیں بلکہ عراق میں پیدا ہونے والی نئی نسل سے نجات حاصل کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، ان کا اولین مقصد صدام کی شخصیت یا ان کی حکومت کا خاتمہ نہیں، بلکہ عراق کے باہمت، وپرعزم مسلمان ہیں جن کی نئی نسل کو ختم کرنا اپاہج کرنا امریکہ کا اولین مقصد ہے۔

کیوں کہ اگر یہ مقصد نہ ہوتا تو آج عراق میں قتل وغارت گری کا بازار گرم نہ ہوتا۔

اور روز بروز دھوئیں اور شعلے دکھائی نہ دیتے۔

بغداد دنیا کا پررونق ترین شہر ہے وہ آج ویران اور تاراج نہ ہوتا۔

مسجدوں اور اسپتالوں پر حملے نہ ہوتے۔

عراقی بچوں کی آہ وبکاہ کے واقعات اخبار کی سرخیوں کا زینت نہ ہوتا

بغداد کی کشادہ سڑکوں پر تھوڑے آدمی دکھائی نہ دیتے۔

بازاروں اور راستوں پر لاشوں کا انبار نظر نہ آتا۔

بموں کی بارش نہ ہوتی۔

امن وامان کا جنازہ نہ نکلتا۔

چوروں لٹیروں اور ڈاکوؤں کا راج نہ ہوتا۔

کیوں کہ آج صدام کی حکومت کا خاتمہ ہی نہیں ہوا، بلکہ عدالت کے کٹھرے میں بھی کھڑا کر دیا گیا، بلا مجرم شخص کو مجرم کی حیثیت دے کر قانون کے حوالے کر دیا گیا ہے۔

حضرات! ۶، ۷/اگست ۱۹۹۰ء میں کچھ اقوام متحدہ کی پابندی کی وجہ سے ۱۹۹۱ء میں امریکہ بمباری اور خونریزی برپا کرنے کی وجہ سے بچوں کی ہلاکت اتنی ہوئی کہ شمار نہیں کیا جا سکتا، مختلف اداروں اور رپورٹوں کے مطابق اموات کے علاوہ بچوں کی نشو نما پر نہایت برے اثرات پڑ رہے ہیں، اسہال، پیچش جیسی بیماریوں کے شکار ہو چکے ہیں۔

۴۳/روزہ جنگ میں عراق کے پانچ کلورین میں سے چار کلوربن کے پلانٹ بمباری سے تباہ ہو گئے۔

امریکہ فرانس اور برطانیہ نے ۸۸۵۰۰ ٹن بم عراق پر گرائے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے کلورین اور پانی کی صفائی کے پلانٹ مرمت تک کرنے کی اجازت نہیں دی، ان حالات مین عراقی عوام گندہ پانی پینے پر مجبور ہیں۔

ہر تین منٹ بعد ایک عراقی بچہ مر رہا ہے، عراق کے بڑے بڑے اسپتالوں میں ۳۴۰/بستروں پر ۱۲۰۰/سو سے زیادہ بچے ہر وقت لیٹے ہوئے ہیں، مائیں لائن میں لگیں ادویات کی بھیک مانگ رہی ہوتی ہیں، کوئی بجلی نہیں اور نہ صفائی کا کوئی انتظام ہے، عالمی بدمعاش نہ صرف یہ کہ پانی کی صفائی کے پلانٹوں کی مرمت کے لئے اسپیر پارٹس درآمد کرنے کی اجازت دینے سے انکاری ہیں، بلکہ موجودہ سہولتوں کو بھی تباہ وبرباد کر رہے ہیں۔

عراق نے دعویٰ کیا کہ ۱۹۹۰ء میں عائد ہونے والی پابندیوں کے بعد سے اب تک پندرہ لاکھ بچے موت کے ہاتھوں میں چلے گئے ہیں۔ ۱۰/لاکھ معمر افراد مختلف بیماریوں

muhammad tabrez Bhagalpuri

کے شکار ہو کر ہلاک ہو چکے ہیں۔

مسلمانو بتاؤ! کیا آج کی دنیا میں اس سے زیادہ منظم قتل و غارت گری کا مظاہرہ ہو سکتا ہے، اگر فرعون بھی زندہ ہوتا تو بچوں کے قتل میں ہونے والی اپنی غلط منصوبہ بندی پر افسوس ضرور کرتا۔

کیوں کہ تاریخ بتاتی ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ کی ولادت سے قبل بنی اسرائیل کے نومولود لڑکوں کو قتل کرنے اور لڑکیوں کو زندہ رکھنے کا حکم دیا تھا، یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَاءَ کُمْ وَ یَسْتَحْیُوْنَ نِسَاءَ کُمْ مگر پندرہ لاکھ لڑکے اس نے بھی قتل نہیں کروائے ہوں گے۔

مگر عصر حاضر کا فرعون کبیر، سابق امریکی صدر بل کلنٹن ہو یا موجود صدر بش ہو یا اقوام متحدہ کا کوفی عنان ہو، ان سب نے مل کر پندرہ لاکھ لڑکوں کو ذبح کرا کے فرعونیت کے دروازے کو بند کر دیا۔ معصوم بچوں کے خون سے ہولی کھیل کر مورخین کو ایک نئی تاریخ رقم کرنے کا موقع فراہم کر دیا، بے گناہ مسلم عراقی بچوں کی آہ و بکا نے اس کے ظلم و زیادتی میں کوئی تخفیف نہیں، بلکہ اور دوبالا کر دیا، عراقی نومولود لڑکوں کی شہادتوں نے اس کی حمیت کو نہیں للکارا۔

مسلمانو! میں تم کو کس کس ملک کی ظلم و ستم کی داستاں سناؤں، جہاں جاؤ گے وہیں پر مسلمانوں کے دلخراش حالات ملیں گے۔

تن ہمہ داغ داغ شد
پنبہ کجا کجا نہم

کہ مرہم کہاں کہاں لگاؤں میرا سارا جسم چھلنی ہے، میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کے آج پوری دنیا کے کافر اسلام کے خلاف اٹھ کھڑے ہیں، میرا دعویٰ ہے دنیا بھر میں ۵۰/ لاکھ مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا، کہیں سر ہتھوڑوں سے پھوڑ دیئے گئے، کہیں تندوروں میں زندہ جلا دیا گیا کہیں مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے کافر آپس میں لڑ پڑے کہ اس کو میں قتل کروں گا، بوسنیا میں ۲۰/ ہزار مسلمانوں کے قتل پر عیسائیوں کا چرچ میں موسیقی و شراب نوشی کا بڑا پروگرام ہوا، کہیں معصوم بچوں کو کہا گیا کہ اپنی مردہ ماں کے ساتھ بد فعلی کرے، آج دنیا میں ایک لاکھ سے زائد مسلمان خواتین کی عزتیں لوٹی گئیں، ہزاروں

مسجدوں کو شہید کیا گیا، دنیا میں مسلمانوں کی سینکڑوں اجتماعی قبریں دریافت ہوئی ہیں، مسلمانوں پر جیلوں میں سائنسی تجربات ہوئے، نئی اور جدید ترین زہریلی گیس استعمال ہوئیں، علماء کرام کو لائن میں کھڑا کر کے ان پر بلڈوزر چلا دیا گیا، ہزاروں مسلمانوں کی لاشوں کو زندہ جلا دیا گیا، ہزاروں مردوں اور عورتوں کے نازک اعضاء کاٹے گئے، اقوام متحدہ کی نگرانی میں دنیا بھر میں مسلمانوں پر ایسے مظالم ہوئے کہ زمین بھی روئی ہوگی، آسمان بھی رویا ہوگا، ہم مسلمان کب بیدار ہوں گے، کب تک خاموش رہیں گے، اگر اب بھی کفر کے خلاف نہ اٹھے تو دنیا میں ہمارا نام ونشان بھی نہیں ملے گا۔

اس لئے اے مسلمانو! اٹھو فتح و نصرت کے نقارے بجاتے ہوئے اور دکھادو ،صلاح الدین ایوبیؒ جیسی شجاعت و بسالت پیدا کرو اور توڑ ڈالو اقوام متحدہ کے قوانین و ضوابط کو اور کھینچ لو برطانیہ کی زبان، اور چھین لو امریکہ کی طاقت، اور روک لگا دو مخالفوں کی راہوں میں، اور اعلان کردو۔

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

تو نے اپنی عظمت کو فراموش کر دیا

الحمد لله رب العلمين والصلوٰة والسلام على من لا نبي بعده اما بعد:

اعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم
وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ الخ. صدق الله العظيم

حضرات سامعین کرام !ابھی ابھی میں نے جس آیت کریمہ کی تلاوت کی ہے اس میں عورتوں کو اپنے گھروں میں رہنے کی تلقین کی گئی ہے، اور بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلنے اور بازاروں میں سیر و تفریح کرنے سے منع کیا گیا ہے، مگر اس کے باوجود آج عورتوں سے شرم و حیا کا جنازہ اٹھ گیا ہے، بے حیائی و بدکاری کی کوئی حد نہ رہی، زنا کاری، مکاری، عیاری عام ہوتی چلی گئی، گانے باجے عام ہوتے چلے گئے، جس کی وجہ سے ہر جگہ، ہر شہر، ہر قصبہ میں عیاشی کے اڈے قائم ہونے لگے، مگر افسوس صد افسوس اب ان مہلک بیماریوں میں مسلم خواتین بھی جم کر حصہ لینے لگیں اور انہوں نے اپنے دین و اسلام کے تمام احکامات کو ٹھکرا کر یورپ کی تہذیب و تمدن کو اختیار کر لیا، ایسے کپڑے استعمال کرنے لگیں کہ جس سے جسم کا تمام نشیب و فراز نمایاں ہیں، دوپٹے کو گلے کا ہار بنا لیا، اب اگر شریعت اسلامیہ کی کسوٹی پر ان کو تولیں تو آپ ہرگز نہ کہیں گے کہ یہ تصویر ہے، فاطمہ زہراؓ کی اور ام کلثومؓ جیسی پاکیزہ سیرت کی، یا شریعت محمدیہؐ سے ان کا کوئی تعلق اور لگاؤ ہے، بلکہ مذہبی تہذیب و تمدن کا بدنما مجسمہ ہے۔

جاتا تھا۔

اے بنت حوا! اپنی تاریخ الٹ کر تو دیکھ تجھے دنیا میں جینے کا حق نہیں دیا جاتا تھا۔

زندگی کی بھیک تجھ کو نہیں دی جارہی تھی۔

تیرا وجود باعث ذلت ورسوائی تھا۔

تیرے تولد کی خبر سن کر تیرے باپ کا چہرہ سیاہ ہو جاتا تھا۔

دنیا میں تیرا رہنا بہت بڑا ظلم سمجھا جاتا تھا۔

ادھر تو پیدا ہوتی اور ادھر تیرے لئے گڑھا تیار کیا جاتا تو ابھی دنیا کی ایک بہار بھی نہ دیکھ پاتی کہ تجھ کو گڑھے میں ڈال کر سینکڑوں من مٹی اوپر سے ڈال دی جاتی، تیری زندگی کا چاند ابھی اپنی روشنی پھیلا بھی نہیں پاتا کہ اس کے غروب کا بھی وقت آجاتا، گویا کہ تو ہر طریقے سے ظلم وستم کے شکنجے میں جکڑی ہوئی تھی، جبر وتشدد کے پہاڑ تیرے اوپر توڑے جارہے تھے اور کوئی بھی تیرا وجود بچانے والا نہ تھا، اور تو

ایک ہنگامۂ محشر ہو تو اس کو بھولوں
سینکڑوں باتوں کا رہ رہ کے خیال آتا ہے

کے ترانے گنگنا رہی تھی۔ مگر ایسے پرخطر دور میں۔

ایک مہتاب نبوت طلوع ہوا۔

ابراہیمؑ کی دعا کا اثر نمودار ہوا۔

حضرت عیسیٰؑ کی بشارت پوری ہوئی۔

محبوب کبریا کی آمد ہوئی۔

یعنی سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور تمہیں جینے کا حق دلوایا، تمہارے وجود کو باعث رحمت قرار دیا اور فرمایا کہ جس کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے، فرشتے اس پر سلام بھیجتے ہیں، یہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمہارے ساتھ ہمدردی و غمگساری کا معاملہ۔

اے بنت اسلام! تو اپنے مقام ومرتبہ کو دیکھ تو حسن کا پیکر ہے، تو تہذیب وتمدن میں انقلاب برپا کر سکتی ہے، تو رحمت ہے تو اپنے وجود ہستی کو مٹا سکتی ہے، مگر اپنی عزت وآبرو،

عصمت وعفت پر بدنما داغ نہیں لگا سکتی تو گھر کی زینت ہے۔

تیرے لئے بازار میں گھومنا زیبا نہیں۔

تو تصویر ہے فاطمہ زہرا کی

تیری سیرت مثل ام کلثومؓ ہونی چاہئے، یہی وجہ ہے کہ

جب تم نے اسلامی تہذیب وتمدن کو اپنایا تھا

اپنی عصمت وعفت کی حفاظت کی تھی،

تم نے یورپ کی تہذیب وتمدن کو چھوڑ دیا تھا،

صوم وصلوٰۃ کی پابند ہوگئی تھی،

تیرے اعمال وافعال اچھے تھے،

تیرے اخلاق وکردار عمدہ تھے،

اور جب تو مثل خدیجۃ الکبریٰ ماں بن گئی تھی تو تیری گود سے

اولیاءاللہ پیدا ہوئے

محدثین پیدا ہوئے

مفکرین پیدا ہوئے

شہداء پیدا ہوئے

صالحین پیدا ہوئے

حفاظ وقراء پیدا ہوئے

ائمہ وخطباء پیدا ہوئے

قطب وابدال پیدا ہوئے

یہاں تک کہ انبیاء بھی تیری گود سے پیدا ہوئے

مگر اے بنت حوا!

جب تیرے اعمال خراب ہوگئے۔

یورپ کی تہذیب وتمدن کو تم نے اپنالیا۔

اپنی عصمت وعفت کو بازار کا نمونہ بنادیا۔

گلے کی زینت دوپٹہ کو ہار کا درجہ دے دیا۔

بازاروں میں سیر کرنا تیرا شیوہ بن گیا۔

کندھے سے کندھا ملا کر چلنے کو تم نے پسند کرلیا۔

سینما تو دیکھنے لگی۔

قبروں پہ سجدہ کرنے لگی۔

اپنے اندر سے حیا کو ختم کردیا۔

صوم وصلوٰۃ کو تم نے پس پشت ڈال دیا۔

رسول اللہ کے فرمان کو تم نے فراموش کردیا۔

اسلامی احکام تجھ کو برے معلوم ہونے لگے۔

افسوس اے بنت حوّا! تیری گود سے فرعون وہامان صفت لوگ پیدا ہوئے

دین کے دشمن پیدا ہوئے۔

باطل کی حمایت کرنے والے رئیس اعظم پیدا ہوئے۔

ظالم وجابر انسان پیدا ہوئے۔

بش وٹونی بلیئر جیسے درندہ صفت انسان پیدا ہوئے۔

چور وڈکیت پیدا ہوئے۔

بے نمازی پیدا ہوئے۔

قبروں کے پجاری پیدا ہوئے۔

تعزیہ بنانے والے پیدا ہوئے۔

اے بنت حوا! سوچو تو سہی اگر تم نے اپنے اعمال کو ٹھیک نہ کیا تو قیامت میں رب کو کیا منہ دکھاؤ گی۔

اے بنت اسلام! اگر تو بیٹی ہے تو تیرے سر پر عصمت کی چادر ہونی چاہئے

اگر تو کسی کی بہن ہے تو تیرے ہاتھوں میں عصمت وعفت کا کنگن ہونا چاہئے۔

اور اگر کسی کی بیوی ہے تو تیرے سینوں میں وفا کی لوء ہونے چاہئے۔

اور اگر کسی کی ماں ہے تو تیرے قدموں تلے جنت ہونی چاہئے۔

کیوں کہ جس وقت تیرا وجود باعث ذلت ورسوائی تھا۔

دنیا میں تیرا کوئی مقام نہیں تھا۔

دنیا تجھے ذلت بھری نظروں سے دیکھتی تھی۔

تجھے زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔

مگر اسلام نے۔

تم کو عظمت وتقدس سے سرفراز کیا۔

رفعت وبلندی کی دولت سے ہمکنار کیا۔

تیری عزت وآبرو کی حفاظت کی۔

تیرے وقار کو معاشرے میں بڑھایا۔

تیری عظمت کو لوگوں میں روشناس کرایا۔

غرضیکہ تجھے اسلام نے زمین سے ثریا تک پہنچا دیا لیکن ان سب کو تم نے فراموش کر دیا اور یورپ کی تہذیب وتمدن کو اختیار کر لیا اور بازاروں میں ٹہلنا تیرا شیوہ بن گیا، حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو براہ راست اور مسلم خواتین کو ان کے واسطہ سے مخاطب کر کے فرمایا:

”وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ“

کہ اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور زمانۂ جاہلیت کی عورتوں کی طرح مت پھرو، نیز، آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے پردے کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اے مسلم خواتین زمانۂ جاہلیت کی عورتوں کی تہذیب وتمدن کو چھوڑ دو اور ان کی طرح بے لگام مت

پھیرو۔

اے امت مسلمہ کی ماؤ! قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ کو حکم دیا کہ:

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ الخ

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تمام مومنات سے کہہ دیں کہ اپنی نظروں کو نیچی کرلیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، مگر آج تم نے نظر سے نظر ملانے کو فیشن بنالیا، آنکھ سے آنکھ لڑانا تمہاری ترقی میں داخل ہوگیا، ایک اور موقع پر فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ.

کہ اے نبی آپ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلم عورتوں کو اس بات کا حکم دیجئے کہ اپنی چادر سر پر لٹکالیا کریں۔

مگر افسوس ہے تجھ پر اے بنت حوا کہ تم نے دوپٹہ کو ہار کا درجہ دے کر۔

اپنی عصمت وعفت کو داغدار کرلیا۔

پورے معاشرے کو تہہ وبالا کردیا۔

کفار ومشرکین کا طرز عمل اختیار کرلیا۔

اپنے مقام ومرتبہ کو فراموش کردیا۔

آج تیرا برقع برقع نہ رہا۔

اے بنت حوا ! ذرا سوچ قیامت میں رب کو کیا جواب دے گی۔

اے بنت اسلام! تیرے اوپر نماز فرض ہے، تو نماز نہیں پڑھتی،

تیرے اوپر زکوۃ فرض ہے، تو زکوۃ نہیں دیتی،

تیرے اوپر اللہ ورسول کی اطاعت فرض ہے تو اللہ ورسول کی اطاعت نہیں کرتی

حالاں کہ اللہ رب العزت نے ازواج مطہرات کو اور انہیں کے واسطے مسلم

خواتین کو حکم دیا کہ:

اَقِمۡنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیۡنَ الزَّکٰوۃَ وَاَطِعۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ

نماز ہی کے سلسلے میں فرمایا:

اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ.

کہیں کہا:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا

کہیں کہا:

اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ

کہیں فرمایا:

فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ صَلَاتِہِمۡ سَاہُوۡنَ

تو کہیں

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ صَلٰوتِہِمۡ خَاشِعُوۡنَ فرمایا اور آقائے مدنی نے بھی اپنے پاک ارشادات کے ذریعے اس کی تاکید فرمائی ہے، چناں چہ فرمایا:

مَنۡ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدۡ کَفَرَ کہیں قُرَّۃُ عَیۡنِیۡ فِی الصَّلٰوۃِ فرمایا تو کہیں اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیۡنِ فرمایا تو کہیں اَلصَّلٰوۃُ مِعۡرَاجُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ فرمایا۔

اب بتا اے بنت حوا! تم نے اس پر کتنا عمل کیا اور تجھے معلوم نہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے سوال نماز کے متعلق ہوگا اور بقول سعدی

روز محشر کہ جانگداز بود　　　اولین پرسش نماز بود

اور اگر تیرے مال و جائیداد پر اگر زکوٰۃ واجب ہے تو زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں کرتی تو اس کا انجام کیا ہوگا تو سنو انجام اس کا یہ ہوگا کہ قیامت کے دن تیرے تمام مال و جائداد کو اژدھے کی شکل دے کر تیرے گلے میں ڈال دیا جائے گا اور تجھ سے کہا جائے گا ھٰذَا مَالُکَ وَھٰذَا کَنۡزُکَ.

اے بنت اسلام! تمہارے اوپر شوہر کی اطاعت ضروری قرار دی گئی مگر آج تم نے اس کا سد باب کر دیا ہے اور تجھے حکم دیا گیا تو شکر گزار بندی بن جا مگر تو ناشکری ہو گئی۔

ایک مرتبہ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے تم میں سے اکثر کو جہنم میں پایا تو عورتوں نے کہا یا رسول اللہ آخر کیا وجہ ہے تو آپ نے فرمایا تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتُكْفِرْنَ الْعَشِيْرَ کہ تم لوگ لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور شوہروں کی نافرمانی کرتی ہو، اے مسلم خواتین جلد از جلد اپنے اندر سے اس مرض قبیحہ کو دور کرو۔

اے خواتین مسلم!

افسوس! تجھے کیا ہو گیا؟

تو کس کے بہکاوے میں آ گئی؟

شیطان تیرے اوپر غالب کیسے آ گیا؟

یورپ کی تہذیب وتمدن کو تو نے کیسے اختیار کر لیا؟

اسلامی تعلیمات کو تم نے کیوں کر فراموش کر دیا؟

بے حیائی وبے شرمی کو تم نے کیوں اپنا لیا؟

گھر میں رہنا تجھ کو کیوں برا معلوم ہونے لگا؟

افسوس صد افسوس! کہ ایک دور تھا۔

کہ تیری گود سے اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوتے تھے۔

تیری زبان حمد وثنا میں مشغول رہتی تھی۔

مگر آج تیری زبان پر بے حیائی کی باتیں ہیں۔

اے بنت حوا!

ذرا اپنے سر کو اٹھا اور دیکھ کہ آج سے چودہ سو سال قبل عورتوں نے کیا نمایاں کارنامے انجام دیئے، دیکھ حضرت سمیہؓ کو دین کے تحفظ کی خاطر شہید کر دیا گیا۔

اگر صداقت وعدالت دیکھنی ہے تو دیکھ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو

اگر ایثار وقربانی دیکھنی ہو تو دیکھ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو

اگر جود وسخا دیکھنی ہے تو دیکھ حضرت ام سلمہؓ کو

اگر حیا دیکھنی ہو تو دیکھ حضرت فاطمہؓ کو

اگر پاکیزہ سیرت دیکھنی ہے تو دیکھ حضرت ام کلثومؓ کو

اے مسلم خواتین! تم کو فخر کرنا چاہئے حضرت سمیہؓ کی شجاعت پر، حضرت عائشہ صدیقہ کی صداقت وعدالت پر، حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی ایثار وقربانی پر، حضرت ام سلمہؓ کی سخاوت پر، حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی حیا پر، حضرت ام کلثومؓ کی سیرت مقدسہ پر، مگر افسوس کہ تم نے ان سب کو فراموش کردیا۔

اے بنت حوا!

آج ضرورت ہے معاشرہ کی اصلاح کی۔

آج ضرورت ہے صلاح الدین ایوبیؒ کی۔

آج ضرورت ہے نورالدین زنگیؒ کی۔

آج ضرورت ہے محمد بن قاسمؒ کی۔

آج ضرورت ہے ٹیپو سلطان کی۔

آج ضرورت ہے محمد علی جوہر کی۔

آج ضرورت ہے شوکت علی گوہر کی۔

سوال یہ ہے کہ یہ کیسے پیدا ہوں گے، تو سنو!

اگر تم نے اپنے اعمال وافعال کو درست کرلیا۔

اپنے اخلاق وکردار کو صحیح کرلیا۔

یورپ کی تہذیب وتمدن کا سد باب کردیا۔

بے حیائی وبے شرمی کو چھوڑ دیا۔

صوم وصلوٰۃ کی پابندی ہوگئی۔
تو آج بھی تیری گود سے سلطان صلاح الدین ایوبی پیدا ہوگا۔
نورالدین زنگی پیدا ہوگا۔
محمد بن قاسم پیدا ہوگا۔
ٹیپو سلطان پیدا ہوگا۔

گویا ہر طرح سے دین کے داعی پیدا ہوں گے، توحید کا ڈنکا بجانے والے پیدا ہوں گے۔

مگر شرط یہ ہے کہ تم قرآن وحدیث پر عمل پیرا ہو جاؤ اور ان تمام برائیوں کا خاتمہ کردو، تب ہی جا کر تم کو کامیابی وکامرانی نصیب ہوگی۔

باری تعالیٰ ہماری ماؤں اور بہنوں کو تمام برائیوں سے بچنے اور امہات المومنین کی سیرت اختیار کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

عید الفطر انعام خداوندی

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد:
فقد قال النبی صلی الله علیه وسلم ان لکل قوم عیدا و هذا عیدنا. او کما قال علیه السلام

محترم حضرات اور سامعین کرام! آج کیا ہے، آج کونسا دن ہے، عربی کی کونسی تاریخ ہے، ہم اور آپ یہاں کس غرض سے آئے ہیں، ہمارا اور آپ کا یہاں مل جل کر بیٹھنا اتحاد و اتفاق "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَلَا تَفَرَّقُوْا" کا مجسم بن کر اپنے آپ کو پیش کرنا غریبوں، یتیموں اور مفلسوں کا خیال رکھنا بے کسوں مجبوروں اور بے سہاروں پر شفقت و محبت کا ہاتھ پھیرنا اور ان مفلسوں اور ناداروں کو اپنی خوشحالی میں شامل کرنا صدیوں سال پرانی دشمنی کو مٹا کر اخوت و محبت کا بیج بونا اختلاف و انتشار کو ختم کر کے آپسی بھائی چارگی کا حسین سنگم پیش کرنا۔

ایک دوسرے کو مبارک باد دینا، گلے سے گلے ملنا، رنج و غم دور کرنا یہ کس دن کی خصوصیت ہے یہ کس تاریخ کا طرۂ امتیاز ہے، یہ اہمیت کس کس قوم کو حاصل ہے، تو دوستو سن لو یہ خصوصیت عید الفطر کی ہے، یہ تاریخ یکم شوال کی تاریخ ہے، یہ شان امتیازی مسلمانوں کو حاصل ہے کہ جس میں پوری شان و شوکت کے ساتھ ایک دوسرے سے ملتے اور ملاقاتیں کرتے ہیں، واہیات اور لغویات کو چھوڑ کر اپنا تیوہار مناتے ہیں مسرت و شادمانی کے ترانے گاتے ہیں، لبوں پر تبسم اور چہرے خنداں و فرحاں ہوتے ہیں اچھے اور لذیذ قسم کے مطعومات تیار کیئے جاتے ہیں، عمدہ لباس سے فضاء زرق و برق معلوم ہوتی ہے، عطریات سے پورا ماحول معطر ہوتا ہے، دوست و احباب کو مبارک بادیاں پیش کی جاتی ہیں، ہر ایک کے چہرے

پر فرحت وانبساط نظر آنے لگتی ہے، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جس خالق کائنات نے ہماری تخلیق فرمائی ہے اسی کے آگے بطور شکرانہ دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں، پھر تو بچے، بوڑھے، جوان، مرد عورت سبھی خوش ہوتے ہیں اور اس قدر خوشیوں کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زندگیوں میں کبھی خوشی کا سورج طلوع ہی نہ ہوا ہو، اور آخر وہ خوشی کیوں نہ ہو؟

جب کہ آقائے نامدار تاجدار مدینہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا کان یوم عید الفطر وقعت الملائکة علی ابواب الطروق

عید کے دن فرشتے صبح سے ہی گلی، کوچوں، راستوں اور بازاروں میں کھڑے ہو جاتے ہیں، اور آواز لگاتے ہیں۔

اے مسلمانو! چلو اس رب کریم کی بارگاہ میں جو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے۔

اے مسلمانو چلو !اس رب کریم کی بارگاہ میں جو بہت زیادہ نیکیوں کی توفیق اور ترغیب بھی دیتا ہے، اور اس کا حصہ بھی عطا کرتا ہے۔

اے مسلمانو! چلو اس رب کریم کی بارگاہ میں جو بڑے بڑے قصوروں اور گناہوں کو بخشنے والا ہے۔

اے مسلمانو! چلو اس رب کریم کی بارگاہ میں جو توبہ کو قبول کرنیوالا ہے

فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو رمضان کا روزہ رکھنے کا حکم دیا تم نے رمضان شریف کا روزہ رکھا، اللہ پاک نے تم کو دن میں کھانے، پینے، جماع کرنے سے منع کیا تم اس سے رکے رہے، تم سے راتوں میں تراویح پڑھنے کو کہا گیا تم نے راتوں میں تراویح کی نمازیں بھی پڑھیں، کثرت سے تلاوت کی، نوافل نمازیں بھی پڑھیں۔

جھوٹ گوئی، بدگوئی، چغل خوری، حرام کاری زنا کاری شراب نوشی وغیرہ سے اجتناب کلی کیا، اپنے خدا کی رضا مندی کے لئے خواہشات نفسانی کو بھی لات ماردی، تہجد تم نے نہیں چھوڑا، مستحبات کو تم نے ادا کیا، اعتکاف تم نے کیا، صدقہ خیرات تم نے کیا، اللہ کی نافرمانی تم نے نہیں کی، حتی کہ رمضان کا کوئی دن، کوئی رات، کوئی گھنٹہ، کوئی لمحہ عبادت الٰہی کے بغیر فرو گذاشت نہیں کیا، کوئی دقیقہ تم نے ایسا نہیں چھوڑا جس میں اللہ کی خوشنودی کو تم

نے طلب نہ کیا ہو۔

غرضیکہ ہر اعتبار سے اپنی طاعت کا حق ادا کر دیا، اپنے رب کے ایک ایک حکم اور ایک ایک فرمان کو تم نے پورا کر دیا۔

چلو آج دربار خداوندی اور اپنے کیے کا اجر لے لو، اپنا انعام وصول کر لو، کیوں کہ آج خدائی انعام واکرام کا دن ہے، آج ہر کسی کی سنی جائے گی، جو طلب کرو گے وہ مل جائے گا، آخرت کا سوال کرو گے بخشش ومغفرت عطا کردی جائے گی، آج اللہ تعالیٰ کا دریائے رحمت جوش میں ہے، اس کی فیاضی کا دروازہ کھل چکا ہے، اس کی فیاضی کی موسلادھار بارش ہونے ہی والی ہے۔

چناں چہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اجتماعیت کی طرف دیکھتے ہیں کہ بچے، بوڑھے، جوان، سب میرے دربار میں حاضر ہوگئے ہیں، اب میرے سامنے سجدہ ریز ہونے ہی والے ہیں، تب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آتی ہے اور پوچھتے ہیں اے میرے فرشتو! بتاؤ ماجزاء الاجیر اذا عمل عمله اس مزدور کی مزدوری کیا ہے جس نے اپنا کام پورا کردیا ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں الٰهنا وسیدنا جزاء ہ ان توفیه اجره.

اے مرے معبود اور اے میرے آقا اس مزدور کی مزدوری یہ ہے کہ اس کی پوری پوری مزدوری دے دی جائے، حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے میں اپنی رضاء اور مغفرت عطا کردی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

اے میرے بندو! مجھ سے مانگو۔

میرے جلال کی قسم، میری عزت کی قسم، آج کے دن اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا۔

دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔

میری عزت کی قسم جب تک تم میرا خیال کرو گے، میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا۔

میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم تمہیں مجرموں ،کافروں، مشرکوں کے سامنے رسواءاور ذلیل نہیں کرونگا۔

بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا میں تم سے راضی ہو گیا۔

حضرات سامعین کرام! آج خدائی انعام واکرام کا دن ہے، اس کی بخشش و مغفرت کا دن ہے، لیکن اس کی یہ بخشش ومغفرت کا تاج کس کے لئے ہے، اس کے انعام و اکرام کا مستحق کون ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ انعام خداوندی اور اس کی بخشش و مغفرت کا تاج ان خوش نصیب مسلمانوں کے لئے ہے۔جنہوں نے رمضان المبارک کے معمولات کو پورا کیا ہو۔

اس ماہ میں اپنے رب سے خصوصی لگاؤ اور تعلق پیدا کیا ہو۔

طبیعت کو نیکیوں کا خوگر بنایا ہو۔

قرآن مقدس سے اپنا رشتہ مضبوط کیا ہو۔

تمام گناہوں سے توبہ واستغفار کیا ہو۔

رات میں اپنے گرم گرم بستروں اور میٹھی نیند کو چھوڑ کر اپنے رب کو منانے کا سامان کیا ہو۔

اور خوف وخشیت الٰہی کے گرم آنسوؤں سے اپنے رخساروں کو تر کیا ہو حقیقت میں عید الفطر کی خوشی و مسرت انہیں لوگوں کا حصہ ہے۔

نہ کہ ان لوگوں کا جنہوں نے رمضان المبارک کے احترام کو پامال کیا ہو۔

خواہشات نفسانی کے غلام بنے رہے ہوں۔

اس مبارک ومقدس مہینے کی قدر دانی نہ کی ہوں۔

جھوٹ، غیبت، چغلی میں کوئی کمی نہ آئی ہو۔

فکر آخرت اور خدا کے سامنے جواب دہی سے غافل رہے ہوں۔

اور اپنے اللہ کو راضی کرنے کے لئے چند آنسو نہ بہا سکے ہوں۔

حقیقت میں ایسے لوگوں کے لئے یہ دن پیغام خوشی و مسرت نہیں بلکہ تازیانہ

عبرت ہے۔

فرمایا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے:

لیس العید لمن لبس الجدید انما العید لمن امن من الوعید

اصل عید ان کی نہیں ہے، جو عمدہ سے عمدہ لباس میں ملبوس ہوکر چلے آئے ہوں بہترین سے بہترین خوشبوؤں کا استعمال کیا ہو، سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کا صدقہ خیرات کر کے عیدگاہ آگئے ہوں، ایک طرف جام ساغر کھنکتے تھے، تو دوسری طرف دو شیزائیں اور حسینائیں ناچتی تھیں، زیادہ سے زیادہ بے حیائی اور بدعملی کا مظاہرہ کیا جاتا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب رسموں کو ختم کر کے فرمایا کہ مسلمانوں کو اپنی خوشی کا اظہار کے لئے صرف ایک طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان جس رب کائنات کا بندہ ہے وہ اس بندۂ نواز کے سامنے اپنی بندگی کا اظہار کر کے اس کی خوشنودی کا مستحق بن جائے، ظاہر ہے کہ جس بندہ کا آقا اس سے خوش اس بندے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہوسکتی ہے اس لئے قرآن کریم میں فرمایا گیا:

ورضو ان من اللہ اکبر

اور اللہ کی طرف سے خوشنودی سب سے بڑی نعمت ہے، اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے خوشی کے دنوں میں اظہار بندگی کا حکم دے کر شکرانہ کے طور پر دو رکعت نماز پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے۔

یہی عید کی اصل روح ہے۔

یہی عید کی اصل حقیقت ہے۔

یہی عید کا اصل پس منظر ہے۔

لیکن آج افسوس کا مقام ہے جب کہ دیگر قوموں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی عید کو محض ایک تہوار سمجھ لیا ہے اظہار بندگی کا جذبہ ذہنوں سے بالکل محو ہوتا چلا جا رہا ہے جیسے ہی عید کا چاند نظر آتا ہے، نوجوان لڑکے لڑکیوں کی ٹولیاں بازاروں میں نکل پڑتی ہیں۔

دکانوں پر مردوں اور عورتوں کا ہجوم ہو جاتا ہے۔

گانے بجانے کی آوازوں سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی ہے

سینما ہالوں اور تفریح گاہوں کی رونق بڑھ جاتی ہیں۔

عید کی مبارک رات عبادت میں گزارنے کے بجائے مٹر گشتیوں اور گپ وشپ
میں ضائع کر دی جاتی ہے۔
بازاروں میں بے پردہ مسلم عورتوں کا وہ ہجوم اتنا ہے کہ الامان والحفیظ
گویا کہ اللہ کی رحمت کا استقبال اس کی برسر عام نافرمانی کر کے کیا جاتا ہے۔
انعام خداوندی کا مستحق بننے کے بجائے باقاعدہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا نشانہ بنے
کی سعی کی جاتی ہے۔
غیروں کے سامنے عید کے اصل مقصد جذبہ عبادت کا اظہار، نہیں ہوتا بلکہ سراپا لہو
ولعب کا مظاہرہ پیش کیا جاتا ہے۔
میں پوچھتا ہوں بتاؤ اے مسلمانو!
کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم دی تھی؟
کیا صحابہ کرام نے اسی طرح خوشیوں کا مظاہرہ کیا تھا؟
کیا تابعین عظام کا یہی طریقہ رہا ہے؟
ہرگز نہیں
یہ طریقہ یہود ونصاری کا ہے۔
یہ طریقہ کافر ومشرک کا ہے۔
اور یہ طریقہ ان لوگوں کا ہے جنہوں نے اپنے دین کو لہو ولعب بنالیا تھا۔
جن کی شناعت قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:
اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْواً وَّلَعِباً

اس لئے اے مسلمانو !اپنے اخلاق کو بدلو، اپنے کردار میں تبدیلی لاؤ دوسروں کے طور طریق اختیار کرنے سے گریز کرو، عید کو اسلامی شان وشوکت کے ساتھ مناؤ اور یہ شان وشوکت اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب کہ ہم اپنی عید کو ہر گناہ اور معصیت سے محفوظ رکھیں اور بندگی کے اظہار میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ صحیح معنی میں ہمیں اپنی بندگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عید قرباں ایثار کی نظر میں

الحمد لله رب العٰلمين والصلوٰة والسلام على شمس الهداية واليقين اما بعد!

فاعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم بسم الله الرحمٰن الرحيم٥

قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ٥صدق الله العظيم

ہو مبارک شب برأت عید الاضحیٰ عید الفطر
ایسی خوشیاں زندگی میں بار بار آتی رہیں

حضرات سامعین کرام! اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ اس نے ہم سب کو آج کے اس مبارک دن سے سرفراز فرمایا دعاء کیجئے کہ اللہ تعالیٰ بار بار اس دن سے ہم کو سرفراز کرے، آمین۔

برادران اسلام!

یوں تو ہر کوئی فعل بذاتہ لاشئی ہوا کرتا ہے، مگر اس کی نیت اور نسبت فعل کو اہمیت اور مقبولیت کا مقام عطا کرتی ہے، نیز وہ فعل بارگاہ ایزدی میں تعظیم وتکریم اور فخر وامتیاز کا باعث بنتا ہے، چناں چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے لپکتے ہوئے شعلوں میں ڈال دیا جانا اور آگ کو یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا کا حکم دیا جانا اور پھر بیٹے کا باپ کے ہوتے ہوئے یتیم ہو جانا اور اپنے مادر وطن کو سدا کے لئے خیر باد کہہ دینا، ضعیفی کے آخری نقطہ پر اولاد کا عطا کیا جانا، پھر مکہ کی اس غیر ذی زرع وادی میں بیوی ہاجرہ کا چڑھنا اور اترنا،

mohammad tabrez Bhagalpuri

ایڑیوں کی رگڑ سے چشمہ پھوٹ پڑنا اور اپنے دوش ناتواں پر پیرانہ سالی کا بار گراں لئے ضعیفی کا سہارا دینے والی پہلی اور آخری اولاد کے گلے پر چھری پھیرنا بذاتہ کچھ معنی نہیں رکھتا، مگر جب ان اعمال و افعال کی بنیاد حق تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کی خوشنودی پر کھڑی کی جاوے، تو یہی کارنامے جذبۂ جہاد بن جاتے ہیں۔

برادران ملت! حضرت ابراہیمؑ کی پوری زندگی ابتلاء و آزمائش، امتحانات، جد و جہد، مصائب و آلام، تگ و دو کی داستان سے لبریز ہے، سیدنا ابراہیمؑ کو ان خطرناک وادیوں سے گزرنا پڑا کہ آج اس کا نام لینے سے بدن لرز اٹھتا ہے، بلکہ آج نام لینا بھی باعث جرم ہے، کبھی تو باپ کی تلخ کلامی پر اپنی مسکراہٹوں سے وار کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں، تو کبھی بت شکنی کے جرم میں آگ کے دہکتے ہوئے انگارے پر لٹا دیئے جاتے ہیں تو کبھی اپنے شیر خوار بچہ اور ضعیفہ بیوی سے جدائی کا حکم ہو رہا ہے، کبھی لخت جگر نور نظر، راحت و جان اور آنکھوں کی ٹھنڈک کو ذبح کرنے کا خواب دکھایا جا رہا ہے، تو کبھی نمرود کے دربار میں حاضری ہوتی ہے، قربان جاؤں سیدنا ابراہیمؑ کی ذات گرامی پر کہ انہوں نے ہر موڑ پر صبر و ثبات جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کیا، بہر حال یہی شوق اور جذبے مسلمانوں کے لئے اسلامی تاریخ کی پیشانی پر سدا کے لئے مہر تصدیق بن گئے چناں چہ اسی ایثار اور عزم و استقلال کی نشانی کے طور پر ہر سال ہم مسلمانان عالم جانور کی قربانی کرتے ہیں۔

نوجوانان اسلام! عید قرباں مسلمانوں کا ایک عظیم تہوار ہے، جو حضرت ابراہیمؑ کی ان عظیم قربانیوں کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔

یہی وہ عید قرباں ہے جو عیاری و مکاری سے خالی ہوتی ہے۔
یہی وہ عید قرباں ہے جو شرک و بدعات سے خالی ہوتی ہے۔
یہی وہ عید قرباں ہے جہاں شہنائیاں نہیں بجتیں
یہی وہ عید قرباں ہے جہاں پھلجھڑیاں نہیں چھوڑی جاتیں
یہی وہ عید قرباں ہے جہاں پٹاخے نہیں چھوڑے جاتے
یہی وہ عید قرباں ہے جو ناچ و گانے سے پاک ہوتی ہے
یہی وہ عید قرباں ہے جس میں شراب کباب کا دور نہیں چلتا

یہی وہ عید قرباں ہے جس میں عریانیت اور فحاشی کا مظاہرہ نہیں کیا جاتا۔
یہی وہ عید قرباں ہے جس میں اختلاط مرد وزن کی محفلیں نہیں سجتیں
جیسا کہ دیگر قوموں کے اکثر تہواروں میں شرکیہ مراسم تو اہم عنصر رکھتے ہیں، جہاں مرد وزن کا آزادانہ اختلاط، شراب نوشی اور دیگر منشیات کا آوارگی کی حد تک استعمال، عریانیت کا کھلم کھلا مظاہرہ، رقص وسرود کی محفلیں، قمار بازی، اور دولت کا بے جا اسراف، غرض کہ وہ ناکردنی امور جن سے انسانی شرافت، تہذیب وتمدن، عظمت وتقدس اور اخلاق واقدار پامال ہوں، بے دریغ انجام دیے جاتے ہیں۔

الغرض سیدنا ابراہیمؑ کا جس قدر امتحان لیا گیا وہ ایک سے بڑھ کر ایک ہے، حضرت ابراہیمؑ کو صفت خلیلیت سے نوازا گیا اور وہ اپنے داعیانہ مشن میں سرگرداں ہو گئے ہر قوم ان کے ساتھ معاندانہ روش اختیار کر گئی، اب امتحان کا دور شروع ہوتا ہے، حضرت ابراہیمؑ نے اپنے والد سے کہا کہ اے اباجان آپ ایسی چیزوں کی پرستش کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتے ہیں اور نہ بولتے ہیں، تو ان کے والد نے جوابا کہا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا کہ اگر تو دعوت توحید سے باز نہ آیا تو میں تیرا سر پھوڑ دوں گا، اب کیا تھا۔

ایک طرف باپ کی تلخ کلامی ہے...... تو دوسری جانب بیٹے کی حق گوئی ہے۔
ایک طرف پدرانہ شفقت ہے، تو دوسری جانب ایمانی دعوت ہے۔
ایک طرف ایک اللہ کو ماننے والا ہے...... تو دوسری جانب ہزاروں معبودوں کی پوجا کرنے والا ہے۔
ایک طرف اللہ کا نبی ہے...... تو دوسری جانب اللہ کا دشمن ہے۔
اگر ایک طرف خلیل اللہ ہے...... تو دوسری جانب عدو اللہ ہے۔
اگر ایک طرف توحید کا ڈنکا بجانے والا ہے...... تو دوسری جانب شرک کو فروغ دینے والا ہے۔
اگر ایک طرف بتوں کو توڑنے والا ہے...... تو دوسری جانب بتوں کو بنانے والا ہے۔

برادران اسلام! یہ ایمانی تناؤ اضطراری کیفیت اور فیصلہ کن لمحات حضرت ابراہیمؑ کے لئے بڑے ہی صبر آزما ہوتے چلے جارہے تھے، سیدنا ابراہیمؑ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور آواز میں سینکڑوں چیخیں تڑپ اٹھیں، بالآخر سیدنا ابراہیمؑ کے شوق شہادت اور جذبۂ ایثار نے اپنے باپ کو داغ مفارقت پر مجبور کردیا، اور یہ کہتے ہوئے سدا کے لئے جدا ہوگئے:

سَلَامٌ عَلَیْکَ سَاَسْتَغْفِرُلَکَ رَبِّیْ اِنَّهٗ کَانَ بِیْ حَفِیًّا.

تم سلامت رہو میں تمہارے لئے اپنے رب سے معافی چاہوں گا، وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے اور میں تمہیں اور تمہارے معبودان باطلہ کو چھوڑ کر الگ ہوجاتا ہوں اب کیا ہوتا ہے، باپ کے ہوتے ہوئے بھی بیٹا یتیم ہوگیا اور اس عظیم قربانی کو ہنستے ہنستے جھیل گئے اور اپنے مادر وطن کو اشکبار آنکھوں سے الوداع کہتے ہوئے ہمیشہ ہمیش کے لئے چھوڑ گئے، اب کیا ہوتا ہے کہ

ایک طرف الفت پدری سے محرومی......تو دوسری جانب مادر وطن کی تلخ یادیں۔
ایک جانب والدہ کی شفقتیں......تو دوسری طرف وطن کو خیرآباد کہنے کا غم۔
ایک طرف بچپنا ہے......تو دوسری جانب کوئی سہارا نہیں۔
ایک طرف بچوں کے ساتھ کھیلنا......تو دوسری جانب درخت کی ٹہنیوں پر جھولے جھولنا۔

الغرض! بہت سی یادیں ستانے لگیں، مگر سیدنا ابراہیمؑ ان یادوں کا جام نگل گئے، یہیں داستاں مکمل نہیں ہوتی بلکہ جوانی کے عالم میں اولاد نہ ہوئی، تب بھی صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پایا اور بارگاہ ایزدی میں دعا کی رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ، کہ اے بارالٰہ ایک نیک صالح اولاد عطا کر، اللہ رب العزت نے دعا قبول فرمائی اور فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ کا پیغام سنایا اور سیدنا اسمٰعیل کو عطا کیا۔

سامعین کرام! آپ غور کریں اور اندازہ لگائیں کہ بڑھاپے کے عالم میں پہلا لڑکا عشق ومحبت اور چاہت نے کتنی شدت اختیار کی ہوگی۔

خوشیوں نے کتنے گیت گائے ہوں گے۔
آرزوؤں اور تمناؤں کے کتنے گلاب کھلے ہوں گے۔ شہنائیوں نے تنی دھنیں

بجائی ہوں گی۔

چوں کہ بڑھاپے کا سہارا اولاد ہی ہوا کرتی ہے، وہ بھی بڑھاپے کی اولاد، جس کے بعد کوئی امید نہیں، جس کے بعد کوئی انتظار نہیں مگر دودھ پینے کی ہی مدت میں حکم ربانی ہوا کہ اپنے اس جگر کے پارے کو آنکھوں کی ٹھنڈک کو، دل کی دھڑکن کو، راحت جاں کو اور اس کی ماں کو مکہ کی غیر ذی زرع وادی میں چھوڑ آؤ۔

برادران ملت! اکلوتی اولاد کی شدت محبت بھی ان کے صبر کا جام خالی نہ کرسکی اور ان کے جذبہ ایثار کا بندھن توڑ نہ سکی، چناں چہ اپنی ضعیفہ بیوی اور چہیتے بیٹے کو تسلیم ورضا لے کر چل دیے اے لوگو! کون جارہا ہے۔

مہر وفا کا پیکر جارہا ہے۔

جود وسخا کا سردار جارہا ہے۔

تسلیم ورضا کا پیکر جارہا ہے۔

پیکر صدق وصفا جارہا ہے۔

خلیل اللہ جارہا ہے۔

ذبیح اللہ جارہا ہے۔

اے لوگو! کہاں جارہا ہے۔

اس جگہ جہاں پانی نہیں۔

جہاں کھانے کی کوئی چیز نہیں۔

جہاں کوئی انسان نہیں۔

جہاں کوئی پرندہ نہیں۔

چناں چہ حضرت ابراہیمؑ ماں بیٹے کو خانہ کعبہ کے پاس چھوڑ کر اور یہ کہتے ہوئے روانہ ہو گئے کہ

بشارت تیری سچی ہے تیرا وعدہ بھی سچا ہے
بس اب تو ہی محافظ ہے یہ بیوی ہے یہ بچہ ہے

اس وقت ذات باری سے نہ کوئی گلہ نہ کوئی شکوہ بلکہ یوں دعاء کی:

رَبَّنَا اِنِّیٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ۔

اے پروردگار بے آب وگیاہ میدان میں اپنی اولاد کو تیرے محترم گھر یعنی خانہ کعبہ کے پاس لا بسایا، پروردگار میں نے یہ اس لئے کیا ہے کہ یہ لوگ نماز قائم کریں لہٰذا تو لوگوں کے دلوں کو انکا مشتاق بنا اور پھلوں سے ان کو رزق دے تاکہ شکر گزار بنیں۔

نوجوان ساتھیو! ایک وقت وہ بھی آتا ہے کہ بیٹا جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے، باپ کا ہاتھ بٹانے کے قابل ہوتا ہے، خواب کے ذریعے بیٹے کو قربانی کا حکم دیا جارہا ہے، جگر کے ٹکڑے کو ذبح کرنے کا حکم دیا جارہا ہے اب کیا تھا۔

ایک طرف بوڑھا باپ ہے......تو دوسری جانب بڑھاپے کا سہارا

ایک جانب شفقت پدری ہے......تو دوسری طرف قربان کردینے کا حکم۔

ایک طرف بیٹا ہے......تو دوسری جانب خدا ہے۔

ایک جانب بیٹے کا انتخاب کرنا ہے......تو دوسری طرف خدا کا انتخاب ہے۔

اور دیکھنا مقصود تھا کہ حضرت ابراہیمؑ کس کا انتخاب کرتے ہیں، بیٹے کا انتخاب کرتے ہیں یا خدا کا انتخاب کرتے ہیں، وہ بھی قربانی غیر کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ اپنے ہاتھ سے اپنی آنکھوں کے سامنے، اپنے جگر کے پاس بہت مشکل امتحان تھا، بہت سخت گھڑی تھی بلکہ آج کے دور میں ناممکن ہے۔

بہت آساں ہے انساں چھوڑدے سب مال و زر اپنا
بہت آساں ہے انساں چھوڑ دے تخت سلیمانی
یہ سب آسان سے آساں تر ہے جان من لیکن
بہت مشکل ہے اپنے ہاتھ سے بیٹے کی قربانی

مسلمانو! ایسے دور سے حضرت ابراہیمؑ کو گزرنا پڑا۔

دوستو! اولاد کی محبت نے ضرور ہچکیاں لی ہوں گی۔

آنکھیں ضرور نم ہوئی ہوں گی۔

خواہشات نے راہ میں رکاوٹیں ضرور کھڑی کی ہوں گی۔
الفت پسری ضرور ستار ہی ہوگی۔
مگر وہ عام انسان نہ تھے جو پھسل جاتے، شوق شہادت اور جذبہ فریفتگی غالب آیا، حکم باری کی تکمیل کے لئے غیر ذی ذرع وادی کی طرف چل دیئے اور پہاڑی صفا پر پہنچ کر ندا لگائی کہ

پہاڑی پر سے دی آواز اسمعیل ادھر آؤ
ادھر آؤ خدائے پاک کا پیغام سن جاؤ
پدر کی یہ صدا سن کر پسر دوڑا ہوا آیا
رکا ہرگز نہ اسمعیل کو شیطان نے بہکایا

جب حضرت اسمعیلؑ آگئے تو سیدنا ابراہیمؑ نے اپنا خواب بیان کیا کہ:
قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی
کہا اے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں بتاؤ تمہاری اس میں کیا رائے ہے، آپ سوچ رہے ہوں گے کہ نفی میں جواب ملا ہوگا، اگر ہم اور آپ ہوتے تو انکار کر دیتے، مگر وہ فرمانبردار فرزند کہتا ہے، اے ابا جان آپ سوچ رہے ہوں گے کہ آپ کا فرزند انکار کر دے گا، ہرگز نہیں۔ یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْشَاءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ کہ اے ابا جان آپ کو جس چیز کا حکم ملا ہے وہ کر گزریئے آپ ہم کو صابرین میں سے پائیں گے۔

کہا فرزند نے اے باپ اسمعیل صابر ہے
خدا کے نام پر بندہ پئے تعمیل حاضر ہے

اب کیا تھا، باپ نہ تامل کرتا ہے نہ بیٹا مضحل ہوتا ہے، باپ جھجکتا ہے نہ بیٹا کسمساتا ہے، بلکہ بیٹا قربان ہونے کے لئے بے قرار ہے، مشیت کی چوکھٹ پر شہید ہونے کو تیار ہے، باپ سے کہتا ہے کہ آنکھوں پر پٹی باندھ لیجئے تاکہ ایسا نہ ہو آپ کا ہاتھ شفقت پدری سے مغلوب ہو کر اطاعت ربانی میں لرزا ٹھے اور میرے ہاتھ پاؤں کو باندھ لیجئے تاکہ ذبح کے وقت جنبش نہ ہو اور اس ذبح کی خبر ماں کو نہ کیجئے۔

الغرض! سیدنا ابراہیمؑ نے ان تینوں مصیبتوں پر عمل کرتے ہوئے فرمانبردار بیٹے کو لٹا دیا، آنکھوں نے اس نظارہ کو دیکھا، فلک کی نیلگوں آنکھوں نے یہ نظارہ بھی دیکھا، کہ بیٹا زمین پر پڑا ہے اب کیا ہوتا ہے کہ:

فرشتے گوش برآواز تھے۔

فضائیں خاموش تھیں۔

ہوائیں ساکت تھیں۔

چرند و پرند نے چلنا پھرنا چھوڑ دیا۔

چڑیوں نے چہچہانا بند کر دیا۔

آسمان منتظر تھا زمین منتظر تھی کہ دیکھیں ابراہیمؑ کیا کرتے ہیں، چناں چہ بوڑھا باپ اپنے ضعیفی کے آخری سہارے کی حلقوم پر چھری پھیرتا ہے جب قربانی کے اس آخری امتحان میں بھی جوشیلے سپاہی کا جذبۂ فدائیت پورا ہو کر رہا، اور مہر وفا کی عروس کے ہاتھوں میں سرخ مہندی رچ گئی تو اس کے قبل کہ چھری اپنا کام کرتی آواز آئی:

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرَاهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ.

اے ابراہیم تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا ہم احسان کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں، ان ساری آزمائشوں کے بعد آپ کو خوشیوں کی خبر سنا دی گئی۔

خلیل اللہ کا خطاب عطا کیا گیا۔

نوع آدم کے لئے ملت ابراہیمی کو اسوۂ حسنہ ٹھہرا دیا گیا۔

اور امت محمدیہ کا سرچشمہ ملت ابراہیمی قرار دیا گیا۔

ملت ابراہیمی کو دین حنیف قرار دیا گیا۔

آزمائشوں کے لمحات اور اضطراب کی گھڑیاں سیدنا ابراہیم کے جذبۂ ایثار کے قدموں پر جھک گئیں اس جذبۂ ایثار اور شوق شہادت کے باعث مسلمانوں پر دس ذی الحجہ کو جانوروں کی قربانی واجب قرار دی گئی۔

سامعین کرام! آج ہم بھی قربانی کرتے ہیں مگر یہ ہماری قربانی ایک رسم کی صورت

اختیار کرتی جارہی ہے، آج جانوروں کی قربانیاں نہ ہمارے دلوں کو تڑپاتی ہیں، نہ ہی ہمارے عزائم کو تقویت بخشتی ہیں اور نہ ہی شہادت کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ بلکہ دس ذی الحجہ سے قبل جانور خرید کر قصاب کی نذر کردیتے ہیں، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ بیٹے کی طرح ہم جانور کی پرورش کرتے اور قربانی اپنے ہاتھوں سے کرتے، مگر افسوس صد افسوس! امت مسلمہ پر کہ اب قربانی کا انحصار چند بوٹیوں پر ہو گیا ہے ہم سیدنا ابراہیمؑ کی قربانیوں کو فراموش کر گئے، یا پھر ہمیں معلوم نہیں کہ قربانی ہم پر کیوں واجب قرار دی گئی، وہاں قربانی جانور کی نہیں چہیتے بیٹے کی ہو رہی تھی، وہ بھی بڑھاپے کا سہارا جن کے بعد اولاد کی کوئی توقع نہیں، مگر اس کے باوجود ابراہیم نے اپنے جگر پارہ کی گردن پر چھری پھیر دی، مگر افسوس صد افسوس! کہ ہماری قربانیوں میں ایثار کم اور شان و شوکت کا عنصر زیادہ ہوتا ہے۔

برادران اسلام! آج ہمیں بھی چاہئے کہ ہم جانوروں کی پرورش خود اپنے ہاتھوں سے کریں، ایک مرتبہ صحابہؓ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول قربانی کی حقیقت کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا **سنت ابیکم ابراهیم** کہ یہ تمہارے باپ سیدنا حضرت ابرہیمؑ کی سنت ہے پھر صحابہ نے پوچھا کہ ہم کو اس میں کیا ملے گا؟ تو آپ نے فرمایا کہ **بکل شعرة حسنة** کہ ہر بال کے عوض ایک نیکی۔

مسلمانو! اگر ہم قربانی کی طاقت رکھنے کے باجود قربانی نہیں کرتے تو سن لیجئے کہ آقاؐ نے ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا **من وجد سعة فلم یضح فلا یقربن مصلانا**، جو کوئی قربانی کی استطاعت رکھتے ہوئے قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے، آپ ہی سوچئے کہ کیا ہم اس حدیث کے مصداق نہیں بنیں گے، مسلمانو اپنے قربانی کے جانور کو موٹا، فربہ کرو اس لئے کہ وہ پل صراط پر تمہاری سواری ہوں گے۔

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَمِّنُوْا ضَحَایَاکُمْ فَاِنَّه عَلَی الصِّرَاطِ مَطَایَاکُمْ.

حضرات سامعین کرام! ہمارے اسلاف کا طریقہ یہ رہا ہے کہ جانور کو پورے سال پالتے تھے اور عید الاضحیٰ کے موقع پر خود اپنے ہاتھوں سے اس کی گردن پر چھری پھیرتے تھے، تا کہ ایک طرف جانور کی محبت اور دوسری جانب جذبۂ ایثار ہو، چناں چہ شیخ

الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ قربانی کے لئے جانور پالتے تھے ان سے جانور مانوس ہو جاتا تھا پھر قربانی کے وقت جہاں آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھیں وہیں شوق شہادت اور جذبۂ فدائیت جوش مار رہا ہوتا تھا۔

بہر حال قربانی کے مبارک لمحوں میں جانوروں کی قربانی اس بات کا پختہ ثبوت ہے کہ وقت پڑنے پر حق کے سرفروش اپنے سردھڑ کی بازیاں بھی لگا سکتے ہیں، گویا کہ عید قرباں اس بات کا واضح اعلان نامہ بن کر آتی ہے کہ:

تو بچا بچا کے نہ رکھا اسے کہ تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر تو نگاہ آئینہ ساز میں

انہی چند باتوں میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

جنگ آزادی میں مسلمانوں کے عظیم کارنامے

الحمد لله رب العلمين والصلوٰة والسلام على خاتم النبيين محمد رسول الله الامين وعلىٰ اٰله واصحابه المهديين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين امابعد:

"قال النبی صلی الله علیه وسلم حب الوطن من الایمان او کما قال علیه السلام".

صدر محترم، سامعین کرام! آج میری تقریر کا موضوع جنگ آزادی میں مسلمانوں کے عظیم کارناموں کا ہے، ہندوستان کی داستان بہت طویل ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ ہندوستان کی داستان جنگ آزادی سے قبل یا بعد پر روشنی ڈالوں، یا اس دور کے باطل فرقہ پرستوں سے شروع کروں، جنہوں نے نفرت وتعصب کی آگ بھڑکا رکھی ہے، جنہوں نے اپنے ظلم وستم سے ہندوستان کے ماحول کو زہر آلود کر رکھا ہے جنہوں نے مسلمانوں کو قدم قدم پر آلام ومصائب کے خوفناک طوفان میں جھلسا کر رکھا ہے، مذہبی رسوم بجالانے میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں، حد تو یہ ہے کہ جدھر بھی کان لگایئے جدھر بھی ذہن لگایئے ادھر سے ہندو ہندی ہندوستان ملا بھاگو پاکستان کی صدائیں آرہی ہیں۔ گویا کہ مسلمانوں کا نام صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کوششیں کی جارہی ہیں ایوان باطل میں بیٹھ کر فسطائیت کے حامی، فرقہ پرست افراد، ہندوستان جنت نشان سے اسلام وحامیان اسلام کو ختم کرنے کے لئے سرگرم عمل ہیں، ہر موڑ ہر شارع عام پر مسلمانوں کی عزت وآبرو

mohammad tabrez bhagalpuri

کو پامال کرر کھا ہے، قتل و غارت گری کا بازار گرم کرر کھا ہے، اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ جنگ آزادی سے پہلے کا بھی کچھ آئینہ دکھلاتا چلوں اور جنگ آزادی کے وقت کا بھی۔تاکہ آپ کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں و بیاں ہوجائے کہ مسلمانوں کی ساڑھے نوسو سال کی حکومت مسلمانوں کی ساڑھے نوسو سال کے دور اقتدار نے کہاں اور کس پر ظلم کیا ہے؟ کیا کسی ذات یا کسی قوم کے مذہب پر حملہ کیا ہے؟ کیا کسی کی عزت کے ساتھ کھلواڑ کیا ہے؟ کیا کسی جماعت کو فاقہ کشی کی زندگی گذارنے پر مجبور کیا ہے؟

ملت اسلامیہ کے غیور نوجوانو! ہم جب ٹھنڈے دل کے ساتھ ہندوستان کی تاریخ پر گہری نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں سنہری ایلیٹ کی مسخ شدہ تاریخ سے ہندوستان کی سیاسی اور مذہبی تاریخ کسی اور صورت میں نظر آتی ہے، سیاست کی باتیں تو سیاسی حضرات بہتر جانتے ہیں کیوں کہ **لکل فن رجال** ہم صرف مذہبی نقطۂ نظر سے یہ دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں ساڑھے نوسو سال تک مسلمانوں کا اقتدار رہا، جس میں نہایت فراخ دلی سے بلکہ بعض بادشاہوں کی جانب سے نرے ملحدانہ انداز میں ہر فرقہ اور اہل مذہب کو اپنے مذہب پر پابند رہنے اور مذہبی رسوم بجالانے کی کھلی آزادی تھی۔

لیکن جب سلطنت مغلیہ کا چراغ گل ہوگیا اور اپنوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے ظالم و جابر برطانیہ قہر الٰہی کی صورت میں ہندوستانی حکومت پر قابض ہوگیا، تو اس وقت ہندوستان کی اقوام عموماً اور مسلمان خصوصاً انگریزوں کے خلاف آواز بلند کرنے اور تحریک چلانے کے لئے میدان میں آنکلے، اور عملی طور پر انگریزوں سے جہاد کیا اور مزید برآں یہ کہ انگریزوں کے خلاف محاذ قائم کئے۔

محترم حضرات! اس جنگ میں کون کون حضرات شریک تھے اور کس کس مقام پر لڑے اور ہر مقام پر کیا نتیجہ برآمد ہوا، اور علماء حق نے کس حد تک انگریزوں کے خلاف جہاد کیا اور انگیریزوں کے خلاف کیا رائے قائم کی تھی اور اس وقت انگریزوں کے اہل ہند اور خصوصا مسلمانون کے خلاف کیا عزائم تھے اور ہندوستان میں کیا دیکھنا اور کیا کرنا چاہتے تھے اور کس حد تک وہ کر چکے تھے جب ہم تاریخ کے اس اہم موڑ پر آتے ہیں اور تاریخ کے اوراق میں ان دل گذار واقعات کو پڑھتے ہیں، تاریخی کتابوں کے اوراق کھنگال کر اور

عمیق نظر سے دیکھتے ہیں تو ہماری آنکھیں پرنم ہو جاتی ہیں، ہاتھ میں قلم لرز جاتا ہے، سانس رکنے لگتی ہے اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے، کہ کیا گناہ تھے ان کے، کیا جرم تھے ان کے کہ اس جرم کے بدلے جیل کی تاریک کوٹھریوں میں ڈالا گیا، کالا پانی کی سزائیں دی گئیں، کوڑے لگائے گئے، صفوں میں کھڑا کر کے گولی ماری گئی، پھانسی کے تختے پر چڑھائے گئے، برسہابرس برطانوی جیلوں میں مشقتیں اٹھائیں۔

سامعین عظام !انگریز کو ہندوستان پر جب سیاسی اقتدار حاصل ہو گیا تو شیخ چلی کی طرح اس کے دل میں خفتہ اور نہاں آرزوئیں، اور ارادے زبان وقلم کے نوک سے بھی ظاہر ہونے لگے۔

چناں چہ گورنر ہند لارڈ ڈالہن براء نے ۱۸۴۳ء میں کہا تھا کہ میں اس عقیدے سے چشم پوشی نہیں کر سکتا کہ مسلمانوں کی قوم اصولاً ہماری دشمن ہے اس لئے ہماری حقیقی پالیسی یہ ہے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر ہند کی دیگر اقوام کی رضا جوئی کریں۔

۲- برطانوی پارلیمنٹ کے ممبر مسٹر پلنگلس نے دار العوام میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں وہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت انگلستان کے زیر نگیں ہے تاکہ عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے ہر شخص کو چاہئے کہ تمام ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرے۔

۳- اور لارڈ برٹس نے کہا کہ ان بدمعاش مسلمانوں کو بتا دیا جائے کہ خدا کے حکم سے صرف انگریز ہی ہندوستان پر حکومت کر سکیں گے۔

محترم سامعین !غور فرمائیے کہ سایہ یوم ظالم برطانیہ کے منحوس دور اقتدار میں ہندوستان کی سرزمین پر کس طرح زبوں حالی کا گھپ اندھیرا چھا گیا تھا اور جس میں رائے قائم کرنے والوں نے یہاں تک رائے قائم کی۔

''کہ اب تو اسلام صرف چند سالوں کا مہمان ہے''

گویا کہ ظلم و بربریت لادینیت اور لا مذہبیت اور عیسائیت وشیعیت کا سیلاب ہر چہار جانب سے امنڈتا چلا آرہا تھا، قوم وملک ذلت ورسوائی میں کس حد تک جا گری تھی،

ایسے نازک اور پرخطر دور میں قوم و ملک کا کوئی پرسان حال نظر نہیں آتا تھا اپنے بھی بیگانے نظر آرہے تھے، ایسے نازک دور اور نامساعد حالات میں علمائے دیوبند نے جس طرح ہمت واستقلال کا ثبوت دیا ہے، اس میں انکا کوئی شریک نہیں ہوسکتا ہے انہوں نے قوم و ملک کے لئے جو قربانیاں دی ہیں اس کو کوئی بھی عاقبت اندیش اور باشعور انسان رہتی دنیا تک فراموش نہیں کرسکتا۔

۱۸۵۷ء میں آخری مغل بادشاہ بہادرشاہ ظفر سے زمام اقتدار کو چھین لیا گیا لال قلعہ سے مسلمانوں کے اقتدار کا پرچم اتار کر برطانوی استعمار کا یونین جیک لہرا دیا گیا اور اب انگریزوں کی فوج مسلمانوں کو گرفتار کرنے میں مصروف ہوگئی جن کے خون کی برطانوی اقتدار کی بنیاد کو ضرورت تھی کیوں کہ اس کے بغیر استحکام ممکن نہیں تھا، انگریزوں نے حکومت واقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھینا تھا اس لئے قدرتی طور پر مسلمان ہی زیادہ مشتعل تھے۔

اے حکومت ہند کے فرقہ پرستو! اسے خوبی کہو یا اس قوم کا عیب، کہ جب یہ قوم مشتعل ہوجاتی ہے اس کی غیرت وحمیت کو للکارا جاتا ہے، یا اس کی خودداری کو ٹھیس لگتی ہے، تو وہ یہ نہیں دیکھتی کہ فریق مخالف کی طاقت کیا ہے توپ ہو یا ایٹم بم، بندوق ہو یا ننگی تلوار، وہ نتائج سے بے پرواہ ہوکر اس سے ٹکرا جاتی ہے۔

۱۸۵۸ء میں ہندوستان میں انگریزی تسلط واقتدار مکمل ہو چکا تھا، حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھوں سے نکل کر براہ راست ملکہ وکٹوریہ کے ہاتھوں میں جا چکی تھی۔

لال قلعہ پر یونین جیک لہرانے کا مطلب یہ تھا کہ اب اقتدار ہندوستانیوں کے ہاتھوں سے نکل کر غیر معین مدت تک کے لئے دوسروں کے ہاتھوں میں جا چکا ہے اور اب ہندوستان جنت نشاں کی بہاروں پر ایک سفید فام قوم کی اجارہ داری قائم ہو چکی ہے۔

محترم سامعین! کیا آپ کو معلوم ہے کہ سامراجی طاقت انگریز نے ہندوستان پر قابض ہوتے ہی کیا دعویٰ کیا تھا؟ شاید آپ کو معلوم نہ ہو، میں بتلاتا چلوں کہ انگریز نے بڑے فخر اور نہایت ہی متکبرانہ شان میں سینہ تان کر کہا تھا کہ ہماری حکومت کا سورج کبھی غروب نہیں ہوتا ہے اگر ایک جانب غروب ہوتا ہے تو دوسری طرف طلوع بھی ہوجاتا ہے، یہیں تک محدود نہیں بلکہ یہ ابلیسی قوم انانیت میں چور ہوکر ایک بات اور کہتی ہے "اگر آسمان

بھی ہم پر گرنا چاہے تو ہم اپنی حکومت کے طاقت کے بل بوتے پر اس کو روک لیں گے“

”شاید حکومت برطانیہ نے اس قانون الٰہی ”اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُتَکَبِّرِیْنَ“ کو فراموش کر دیا تھا اور اس فرمان خداوندی ”وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحاً“ کو ٹھکرا دیا تھا“۔

اور یہ حقیقت ”لِکُلِّ فِرْعَوْنَ مُوْسیٰ“ کو بالائے طاق رکھ دیا تھا۔

اسے معلوم نہیں تھا جب کوئی ظالم و جابر دین توحید کو مسخ کرنے کے ناپاک ارادے سے آتا ہے تو ابراہیم جیسا دین توحید کا پرچم لہرانے کے لئے کفن بردوش ہو کر مرد آہن پیدا ہوتا ہے، اسے معلوم نہیں تھا کہ عمار و یاسر حیدر کرار کی ننگی تلواریں دینی دشمنوں کے لئے ہمیشہ خالی رہی ہیں، صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم ہمیشہ دین توحید کا پرچم لہراتے ہوئے فاتح بن کر آئے ہیں۔

جس قوم کے اندر اتنی ساری صفات ہوں، جن کی دلیری بہادری و شجاعت بسالت سے تاریخی اوراق ہمیشہ سیاہ رہے ہوں ہم اس کے سامنے اس کے پروردگا کے سامنے اس طرح نازیبا کلمات دہرا رہے ہیں جس نے وقت کے فرعون کو ہلاک کر دیا، جو ”اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی“ کی ضرب لگواتا تھا۔

جس نے نمرود کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہو جو اپنے سامنے جبین خم کرواتا تھا۔

جس نے شداد جیسے متکبر صانع جنت کو آن واحد میں جہنم رسید کیا ہو۔

غرضیکہ بڑی سی بڑی طاقت جن کو اپنی حکومت پر ناز تھا، گھمنڈ تھا، تکبر تھا۔

عاد و ثمود بڑے بڑے چیلنج مارتے تھے۔ جن کی قوت و طاقت میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہیں تھا ان کی طاقت کو تہہ و بالا کر دینے میں ذرہ برابر بھی دیر نہیں لگی، تو ہم کس کھیت کی مولی ہیں، ہماری کیا حیثیت ہے؟

الغرض جب سفید فام قوم ہندوستان میں فرعون کی شکل میں آئی، تو ہندوستانی علماء کرام موسیٰ کی شکل میں آئے اور ظالم انگریز کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرنے کے لئے ہمیشہ پیش پیش رہے اور اس طرح پورے ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف تحریک کا بگل بجا دیا، اور جنگ آزادی کا آغاز کیا، جب انگریز فوج کے سپاہیوں نے حکومت کے

خلاف بغاوت کی اور اپنے انگریز افسروں کو گولی مار کر دہلی پر قبضہ کرنے کے لئے چلے، لیکن یہ تحریک کامیاب نہ ہوسکی تحریک کے ناکامی کے بعد انگریزوں نے انتقامی کارروائیوں کا آغاز کیا اور اس کے نتیجہ میں مسلمان انتہائی طور پر کچل دیئے گئے دہلی کا چاندنی چوک ہی نہیں بلکہ شہر کے ہر چوراہے پر سولیاں نصب کردی گئیں۔ دہلی اور دہلی کے باہر درختوں کی شاخوں سے پھانسی کے پھندے لٹک رہے تھے جو بھی معزز مسلمان انگریزوں کے ہاتھوں میں چڑھ گیا اسے ہاتھی پر بٹھایا درخت کے نیچے لے گئے پھندا اس کے گردن میں ڈال کر ہاتھی کو آگے بڑھا دیا، لاش پھندے میں جھول گئی آنکھیں ابل پڑیں، زبان منہ سے باہر نکل گئی ذبح کئے ہوئے مرغ کی طرح جانکنی کا وہ ہیبتناک منظر کہ الامان والحفیظ۔

ایک انگریز عورت اپنی ڈائری میں لکھتی ہے کہ بسا اوقات ان پھانسیوں پر لٹکائے جانے والوں کی لاشیں تڑپ تڑپ کر انگریزی ہندسہ کا 8 بن جاتی تھیں، مسلمانوں میں خوف وہراس اور دہشت پھیلانے کے لئے وہ سزا کے تت نئے طریقے ایجاد کرتے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ کسی سربرآوردہ مسلمان کو توپ کے دہانے پر رسیوں سے جکڑ کر باندھ دیا اور توپ داغ دی، پھر کیا ہوتا تھا، قلم کانپ رہا ہے اس حقیقت کا انکشاف کرنے سے، دل تھرتھرا رہا ہے اس واقعہ کو بیان کرنے سے زبان لرز رہی ہے اس کربناک صوت حال کا اظہار کرنے سے پورے جسم کا گوشت بوٹی بوٹی ہوکر فضاء میں اڑ جاتا تھا جس طرح تیز ہوا میں کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بکھر جاتے ہوں، دور تک خون کے چھینٹے اس طرح پڑتے تھے جیسے فضاء سے زمین پر کسی نے خون کا چھڑکاؤ کیا ہو، لاش کا سر فضا میں میلوں بلندی پر جاکر جب زمین پر گرتا تھا تو بسا اوقات کسی راہ گیر یا جانور کی جان چلی جاتی تھی۔

مسٹر رسل کا مقولہ ہے کہ مسلمانوں کو خنزیر کی کھال میں سی دی گیا، اور پھر ان کے اوپر چربی ملی گئی اور پھر انہیں زندہ جلا دیا گیا۔

برادران ملت ! آزادی ہند کے فرزندو! اس آدم خور حکومت برطانیہ نے ہندوستان پر غاصبانہ سکہ جما کر لاکھوں ہندستانیوں پر پہاڑ توڑ دے، بے شمار مسلمانوں کو شہید کردیا گیا،

جس کے گھروں میں ہاتھی جھومتے تھے پھوٹے کٹورے لے کر در در کی بھیک مانگنے لگے
شاہی خاندان کی بیگمات پھٹی چادریں سروں پر ڈال کر گھروں میں کھانا پکانے کی نوکری
کرنے لگیں، وہ پردہ نشیں عورتیں جن کے دیدار کو چاند وسورج ترستے تھے دردر کی بھیک
مانگنے پر مجبور ہوگئیں، بڑے بڑے نوابوں کو اپنی کوٹھیاں، حویلیاں، شاندار محلات، کوڑیوں
کے دام پر نیلام کرنے پر مجبور کردیا گیا، کروڑوں کی جائداد کو تباہ وبرباد کردیا گیا ان کی عزت
وآبرو کی کوئی قدر نہ کی گئی، وہ معصوم لڑکیاں جنہوں نے مدتوں سے اپنی عزت وآبرو کی
حفاظت کر رکھی تھی جو اپنے گھر سے باہر قدم نہ رکھتی، ہمیشہ قالین پر چلتی تھیں، ان کو
ننگا کر کے سڑکوں پر دوڑایا گیا، ان کی عزت کو داغدار کیا گیا، وہ مائیں جن کو مدتوں بعد اولاد
دیرینہ نصیب ہوئی آن کی آن میں ان کی گود کو ان کلیوں سے خالی کردیا گیا، وہ والدین
جنہوں نے اپنی اولاد کو بڑے ناز ونعم سے پالا تھا اور ان کے جسم پر مکھی کا بیٹھنا گوارہ نہیں
کرتی تھی، ان کے سامنے ان کی اولاد کو تلوار کی نوک پر اچھال کر دو ٹکڑے کردیا گیا، ہر
طرف تباہی وبربادی کا دور دورہ تھا، خون پانی کی طرح بہایا گیا، گلی کوچوں میں نعشیں اس
طرح پڑی تھیں درندو پرند دن دہاڑے نوچتے کھسوٹتے تھے ملاحظہ کیجئے ظالم وجابر برطانیہ
نے کس قدر اپنی سفاکیت حیوانیت ودرندگی کا عملی مظاہرہ کیا اور حیاسوز حرکتیں مسلمانوں پر
روا رکھیں اور کس قدر بے گناہ خون سے ہولی کھیلی گئی، یہ قیامت کا منظر مسلمانوں پر ایک دو
دن نہیں بلکہ مہینوں سے گذر کر ایک سال تک چلتے رہے، ان ہولناک مناظر کو دیکھ کر پورا
ہندوستان تھرا رہا تھا، انگریز کا نام سنتے ہی ایک خونخوار بھیڑیئے کا تصور آجاتا تھا اور خوف و
دہشت سے لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے۔

برادران وطن! ان تمام خونی ڈراموں کے باوجود ہمارے علماء کرام نے نہایت ہی
مجاہدانہ وجرأت مندانہ انداز میں انگریزوں سے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس فرعونی ظلم کے
سامنے بھرپور سینے تان کر پیش ہوتے رہے مگر بدقسمتی سے کامیابی کی منزل کو لبیک نہ کہہ
سکے۔ اپنی حق گوئی وبے باکی اور جرأت مندانہ اقدام کی پاداش میں کتنے علماء کرام کو اور
مشائخ عظام کو کالا پانی کی مسموم فضاء میں زندگی کے باقی ایام گذارنے پر مجبور ہونا پڑا، تقریبا
چودہ ہزار سربرآوردہ شخصیتوں کو پھانسی کے پھندے کو چومنا پڑا۔

حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ نے انگریز کے خلاف فتویٰ جہاد دیا اور مولانا حسین احمد مدنیؒ نے فتویٰ جہاد دیا کہ انگریز کی فوج میں داخل ہونا حرام ہے، اس فتویٰ کے بعد استاد و شاگرد کو مالٹا کی جیل میں داخل کردیا گیا اور مالٹا کی جیل خانے میں انگریز لوہے کی سلاخیں گرم کرکے ان کو پیٹھ پر پھیرتے تھے اور یہ کہتے تھے، محمودالحسن انگریز کے حق میں فتویٰ دیدو، آزاد کردوں گا، سبحان اللہ۔

مولانا نے کیا اچھا جواب دیا، مولانا نے کہا! میں بلال کا وارث ہوں، عمار بن یاسر کا نام لیوا ہوں، بشیر بن جندل کا شیدائی ہوں، بی بی سمیہ کا فرزند ہوں، تمہارے حق میں فتویٰ نہیں دے سکتا، یہ تو عشق رسول تھا کہ مصائب کو برداشت کرسکتا ہے، مگر انگریز کے حق میں فتویٰ نہیں دے سکتا، یہی وہ محمودالحسن ہے جس کو تاریخ شیخ الہند کے نام سے جانتی ہے۔

تاریخ شاہد ہے یہ سفر مسلمانوں نے تنہا شروع کیا تھا، اس کانٹوں بھری وادی میں صرف انہیں کے تلوے لہولہان ہوتے رہے، لیکن ان کے پائے استقامت میں نہ جنبش ہوئی اور نہ لغزش پیدا ہوئی اور نہ آگے بڑھا ہوا قدم ایک انچ پیچھے ہٹا، ہر طرف دارو گیر کا حشر برپا تھا، علی الاعلان مسلمان پھانسیوں پر چڑھائے جاتے تھے، گرفتاریوں کا سلسلہ جاری تھا، کیوں کہ انگریز اب عدالت کی کرسی پر بیٹھ چکا تھا، مگر یہ کرسی عدل و انصاف کے لئے نہیں بلکہ وہ اپنے واحد دشمن مسلمانوں کے ذہن و دماغ سے حکومت و اقتدار کی بوباس ختم کرنے کے لئے تھی اور عدل و انصاف کا ڈرامہ کیا جاتا تھا، مقدمات چلائے جاتے تھے، فرضی گواہ اور شہادتیں پیش کی جاتی تھیں، اور فیصلہ سنا دیا جاتا تھا، کہ اس کو تختۂ دار پر چڑھادو، ان کی نگاہ میں مسلمانوں کا جرم اگر بڑھا ہوا ہے تو اس کو کالا پانی کی سزا دی جاتی تھی، ہندوستان کے مشاہیر علماء و مشائخ و رؤسا و امراء جن کی راہوں میں عوام آنکھیں بچھاتے تھے، جن کے اعزاز و احترام کا عالم یہ تھا کہ مسلمانوں میں ان کو سر اور آنکھوں پر بٹھایا جاتا تھا، خوشحال گھرانوں کے افراد جن کی خدمت کے لئے ہمیشہ نوکروں کی بیلنس دیتی تھیں، ایسے معزز رؤسا و امراء و علماء و مشائخ کو جزیرۂ انڈمان بھیجا جاتا تھا۔ اور ان سے ذلیل سے ذلیل کام لیا جاتا تھا، ان جزیروں میں ان معزز شخصیتوں سے لکڑیاں کٹوائی جاتی تھی، سڑکیں بنوائی جاتی تھیں، نالیاں اور گندگیاں صاف کرائی

جاتی تھیں، کوڑے، کرکٹ کی ٹوکریاں ان کے سروں پر لاد کر پھنکوائی جاتی تھیں، مولانا فضل حق خیر آبادی جو علمی دنیا میں بے تاج بادشاہ تسلیم کئے جاتے تھے لیکن جب ایک شخص ان سے ملاقات کے لئے پہنچتا ہے تو دیکھتا ہے کہ علامہ غلاظت کی ٹوکری اٹھائے ہوئے پھینکنے کے لئے جارہے ہیں، جزیرہ انڈمان میں ان تمام مسلمانوں سے اس طرح جبری کام لئے جاتے تھے۔

حضرات! ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی ہوئی اور اس میں دو محاذ بنائے گئے ایک محاذ انبالہ میں جس کی قیادت مولانا حضرت جعفر تھانیسریؒ نے کی دوسرا محاذ شاملی میں جس کی قیادت حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ نے کی۔

اسی شاملی کی لڑائی میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو زخم آئے، مولانا قاسم نانوتویؒ زخمی ہوئے، حافظ ضامن شہید ہوئے بے شمار علماء کو شہید کر دیا گیا، مگر فتح نصیب نہ ہوئی پھر بھی آزادی دل میں موجزن تھی جس کی وجہ سے انگریز کافی خوفزدہ تھا، ۱۸۵۷ء کے اس جنگ آزادی کا جذبہ کے بعد حکومت برطانیہ نے اپنے ہندوستانی وزراء سے مشورہ کیا، کہ بتاؤ، ایسی لڑائی کے بعد ہماری حکومت کیسے برقرار رہ سکتی ہے، اس کے لئے کوئی تجویز اختیار کرو، تو اس وقت ہندوستان میں رہنے والے سب بڑے سیاست داں ڈاکٹر ولیم یور تھا اس نے کہا کہ اس لڑائی کے اندر سب سے زیادہ بیدار مسلمان ہیں مسلمانوں نے ہی فتویٰ جہاد دیا ہے، انہیں کے دلوں میں جذبۂ جہاد بھی ہے، اور جنگ آزادی مسلمانوں نے لڑی ہے مسلمانوں میں جب تک جذبہ جہاد ہے اس وقت تک ہم لوگ اس پر حکومت نہیں کر سکتے، اس لئے جذبہ جہاد کو ختم کرنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ ہندوستان سے علماء اور قرآن کو ختم کر دیا جائے، چناں چہ ۱۸۶۱ء میں تین لاکھ قرآن کے نسخے بد بخت انگریزوں نے جلائے اور اس کے بعد علماء کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا، انگریز مورخ تامسن اپنی یادداشت میں لکھتا ہے کہ ۱۸۶۴ء سے لے کر ۱۸۶۷ء تک انگریزوں نے علماء کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا اور اس تین سال کے اندر تقریباً چودہ ہزار علماء کو تختہ دار پر لٹکایا گیا، علماء کو ختم کرنے کے بعد ہندوستان سے دینی مدارس کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا، آپ حیران ہوں گے کہ جس وقت انگریز ہندوستان آیا اس وقت صرف دہلی میں ایک ہزار دینی مدارس تھے، مگر

انگریز نے سب کو ختم کر دیا۔

دوستو اور بزرگو! ہندوستانیوں نے جنگ آزادی کے متعلق ایک جلسہ کیا یہ جلسہ ۱۳/اپریل ۱۹۱۹ء میں ہوا، جلسہ کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ پنجاب کے دو مشہور کانگریسی لیڈروں کو انگریز نے گرفتار کر کے جلاوطن کر دیا تھا، جن میں سے ایک سیف الدین کچلو تھے، دوسرے ڈاکٹر ستیہ پال تھے، عوام کو جب پتہ چلا کہ حکومت انتقام پر اتر آئی ہے تو ان میں بھی اشتعال پیدا ہوا، لوگ گھروں سے نکل کر سڑکوں پر آ گئے تاکہ اپنے لیڈروں کی گرفتاری کے خلاف احتجاج کر سکیں۔ مجمع زیادہ تھا اور عوام حکومت کے جابرانہ طرز عمل سے مشتعل تھی، مجمع نے ایک بینک پر حملہ کر دیا، عمارت کو آگ لگا دی اور نقصان پہنچایا اور حکومت کے خلاف نعرے لگاتا ہوا واپس چلا گیا اور اعلان کر دیا گیا کہ شام کو ساڑھے چار بجے جلیانوالہ باغ میں جلسہ ہوگا، تاکہ اپنے لیڈروں کی گرفتاری کے خلاف اور جاری کردہ وارنٹ کو واپس لینے پر احتجاج کریں گے، حسب اعلان لوگ بھاری مقدار میں باغ میں جا پہنچے اور وقت مقررہ آتے آتے تقریباً پندرہ ہزار کا مجمع ہو گیا۔

اس وقت پنجاب کا جنرل ڈائر فوجی افسر تھا، وہ اپنے ساتھ فوجی دستہ لے کر موقع پر پہنچ گیا، فوج اپنے ساتھ بھاری مقدار میں مشین گن بھی لے گئی تھی، فوجی افسر نے حکم دیا کہ باغ کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا جائے چناں چہ ساری تیاریاں کر لینے کے بعد جنرل ڈائر نے دیکھا کہ ایک شخص اسٹیج پر حکومت کے خلاف جوشیلی تقریر کر رہا ہے اور لوگ خاموشی کے ساتھ سن رہے ہیں۔

اے امت مسلمہ کے غیور فرزندو! اس کے بعد کیا ہوتا ہے اس جانکاہ حادثہ کو سننے کے لئے اس دردناک کہانی کو زبان سے بیان کرنے کے لئے پتھر کا دل اور فولادی کلیجہ ہونا چاہئے، چنگیز و ہلاکو کی اولاد نے حاکمانہ غرور کے ساتھ نہتے عوام پر فائرنگ کا آرڈر دے دیا پھر کیا تھا؟

ایک محشر قتل تھا، میدان قیامت تھا، موت سراسیمہ بھاگی بھاگی پھرتی تھی، کس کی روح قبض کرے، کشتوں کے پشتے لگ گئے نہتا اور خالی ہاتھ مجمع ایک ایک فائر سے کئی لاشیں زمین پر تڑپنے لگیں کچھ لوگ گولیوں کے بوچھار سے بھاگنے کے لئے راستوں کی طرف

دوڑے، کہ کسی طرح سے باغ سے باہر نکل جائیں، مگر فوج راستہ روکے ہوئے تھی، بھاگنے والوں کو وہیں بھون کر رکھ دیا، بے کسی و بے چارگی میں کچھ لوگ زمین پر لیٹ گئے، فوجیوں نے لیٹنے والوں کو نشانہ بنایا، نوجوانوں کی لاشیں تڑپ تڑپ کر ٹھنڈی ہوتی گئیں، بوڑھے تو کراہ بھی نہ سکے اور دم توڑ دیا، پھولوں جیسے معصوم اور کمسن بچوں نے جو تماشائیوں کے ہجوم میں شامل تھے، خون اگل اگل کر جان دے دی، ایک دو تین چار پانچ فائرنگ پر مسلسل گولیاں برستی رہیں لاشوں پر لاشیں گرتی رہیں اور کمبخت ڈائر باغ کے ایک گوشے میں کھڑا مسکراتا رہا، فوج نے کہا گولیاں ختم ہوگئیں ڈائر نے کہا کہ کھیل بھی ختم ہوگیا۔

سرکاری خبروں کے مطابق پندرہ سو سے کم آدمی نہیں ہوں گے، لاشوں کے اعداد وشمار کون کرے کس میں ہمت تھی کہ اس روح فرسا قیامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے، لاشیں کچھ اس طرح تہہ بتہہ تھیں کہ شمار کرنا مشکل تھا، فوج واپس جا چکی تھی پورا باغ لاشوں سے پٹا پڑا تھا، باغ کی پوری زمین انسانی حقوق سے لالہ زار بنی ہوئی تھی۔ کوئی قدم خون میں ڈبوئے ہوئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا تھا، رات ہو چکی تھی، یہ رات امرتسر کے لئے قیامت کی رات تھی۔ آوارہ کتوں اور مردہ خور جانوروں کی باغ میں یلغار تھی، لاشیں نوچی اور کھسوٹی جارہی تھی۔

محترم حضرات! دیکھا آپ نے ان وحشی درندوں نے ہندوستانیوں پر کس طرح ظلم وجبر تشدد کا پہاڑ توڑا، کس طرح غلامی کا قلادہ پہنا کر گولیوں سے بھون دیا گیا، ان کی عزت وآبرو سے کھلواڑ کیا گیا، درگاہوں عبادت گاہوں کو آن کی آن میں بلڈوزروں سے ڈھا دیا گیا۔

لیکن انگریزوں کی ان تمام انتہائی وحشیانہ انتقامی کارروائیوں کے باوجود مسلمان انقلابیوں نے بغاوت وانقلاب کا جھنڈا بلند رکھا اور ہندوستانی غیرت کو ہمیشہ للکارتے رہے، مجاہدین آزادی نے مسلمانوں کے ہر طبقہ میں انقلاب وبغاوت کی روح پھونک دی تھی، کسانوں، فنکاروں، خانقاہوں کے پیروں مدارس میں کام کرنے والے اساتذہ، تاجر اور نوکریاں کرنے والے کندھے سے کندھا ملا کر آزادی کی لڑائی لڑتے رہے، ڈاکٹر مختار احمد انصاری اور مولانا ابوالکلام آزادؒ سیاسی رہنمائی کرتے رہے ان حضرات کی رہنمائی میں

۱۹۲۰ء میں جنگ ہوئی اس میں بھی پانچ سو دلاور شہید ہوئے، چودہ ہزار علماء جیل گئے بالآخر ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کا آخری گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن رخصت ہوگیا اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دور سے چل رہی آزادی کی تحریک اپنی منزل مراد پانے میں کامیاب ہوگئی۔

برادران اسلام! معلوم ہوا کہ صدیوں کی غلامی بعد اور بڑی جدو جہد اور بے لوث قربانی کی بدولت ہندوستان ۱۵/(پندرہ) اگست ۱۹۴۷ء میں انگریزوں کے ظالمانہ چنگل سے آزاد ہوا، طویل تاریکی کے بعد آزادی کا سورج طلوع ہوا، ہمارے دیش کے ہندو مسلم رہنماؤں نے ناقابل برداشت مصائب وآلام جھیل کر اور اپنا عیش وآرام تج کر کے آزادی کی نعمت حاصل کی اور بہت سوچ سمجھ کر سیکولرزم کا راستہ اختیار کیا، تاکہ مختلف ادیان و مذاہب اور نظریات وعقائد کے حامل کروڑوں ہندوستانی خودمختاری وآزادی کی حقیقی دولت سے سرفراز رہیں، دستوری طور پر ہر مذہب کے ماننے والوں کو فکر وعمل کی آزادی حاصل رہے۔

شہری حقوق قانونی وعدالتی سہولیات حاصل رہیں، لیکن کسے معلوم تھا کہ آزاد ہندوستان وطن پرست مسلمانوں کے لئے جہنم کدہ بنادیا جائے گا اور فرقہ پرستی کا زہریلا ناگ ہر فرد کو ڈس لے گا۔ سیکولرزم اور شوسلزم کا سہانا سپنا دکھا کر مسلمانوں کو عضو معطل کردیا جائے گا، ہندوستانی کے نام پر مسلمان کو بھارتی کرن کرنے کی کوششیں کی جائیں گی، قومی دھارے میں شامل ہونے کی تحریک چلاکر مشرکانہ تہذیب اختیار کرنے پر مجبور کردیا جائے گا اور اسلام کا نام لینے کے جرم میں ان کو فساد کی بھٹی میں جھونک دیا جائے گا، مسلمانوں کی عبادت گاہوں اور مقدس مقامات پر قابض ہونے کا بے ثبوت و بے دلیل الزام لگا کر حملہ کیا جائے گا اور مسلمانوں کو غیر ملکی کہہ کر ان کو سرکاری ملازمتوں اور حکومتی اداروں سے بے دخل کیا جائے گا۔

"لو اصنف الدھر فی حکمہ
لما ملک الحکم فی ارذائہ"

محترم حضرات سامعین کرام! آپ ملک کے حالات سے بخوبی واقف ہیں، آج کشمیر کی وادی سے لے کر کنیا کماری کی سرحد تک اور بنگال کی کھاڑی سے لے کر

گجرات کی وادی تک ہندوستان کا مسلمان سلگ رہا ہے۔ایوان تہذیب میں بدتہذیبوں نے آگ لگادی ہے، اور فکرونظر کی وادیاں تباہ و برباد کی جارہی ہیں۔پورے ملک میں ایک ہیجان برپا ہے، مسلمانوں کے لبوں کا تبسم روٹھا ہوا ہے، مسلم قوم کا دل حسرت وِارمان کا مزار بنا ہوا ہے، ساتھ ہی ساتھ شعر

ایک ہنگامۂ محشر ہو تو اس کو بھولوں
سینکڑوں باتوں کا رہ رہ کر خیال آتا ہے

۱۹۴۷ء سے آج تک کی تاریخ اس ملک میں شعوری طور پر مسلمانوں کا تشخص ختم کرنے کے لئے ایک زبردست مہم چلائی جارہی ہے، فرقہ پرستوں نے الگ الگ پلیٹ فارم بنائے ہیں اور مسلم قوم کی سمپتی پر شبخون مارے جارہے ہیں کچھ دنوں تک فرقہ پرستوں نے یہ محسوس کیا کہ ہم کھلم کھلا فرقہ پرستی کے ذریعہ مسلمانوں کا استحصال نہیں کر پائیں گے اس لیے دھیرے دھیرے ان کا اس پارٹی پر قبضہ ہوا جس پارٹی نے کبھی دیش کو آزاد کرانے میں نمایاں رول بھی ادا نہیں کیا، جو ہمیشہ امریکہ و برطانیہ کے جوتے کے تلوے چاٹتے چلے آئے ہیں۔

حضرات! آپ نے سنا ہوگا کہ پونا کی سرزمین پر پتی پتاون کے نام سے ایک تحریک چلی جس کے ذریعہ کہا گیا کہ اذانوں کے ذریعہ ہماری نیند خراب ہوتی ہے، اذانوں پر پابندی لگائی جائے، بمبئی کی سرزمین پر ایک تحریک چلی اور کہا گیا کہ ہندوستان کا مسلمان ہندوستان میں کھاتا ہے، ہندوستان میں پیتا ہے، ہندوستان میں رہتا ہے، ہندوستان میں کاروبار کرتا ہے مگر جب سوتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے مولیٰ بلالو مدینے مجھے، اسی طرح وشو ہندو پریشد، اور آر۔ایس۔ایس۔اور بجرنگ دل اور اسی طرح جتنی بھی فرقہ پرست جماعتیں ہیں، ان جماعتوں نے کھلم کھلا مسلمانوں کو گالیاں دیں، آج بھی رتھ یاترائیں چل رہی ہیں، کھلم کھلا پولیس بھی موجود ہوتی ہے۔

مجھے بتاؤ یہ سیکولرزم ہے یا ڈکٹیٹر شپ، پہلے یہ طے کرو اور ہندوستان سے سیکولرزم کاٹو، پوری دنیا میں تمہاری تصویر ننگی ہو چکی ہے، ہندوستان کی کوئی اقلیت محفوظ نہیں، سکھ ہوں، کرسچن ہوں، مسلمان ہوں ایک قوم اپنا مکمل قبضہ ہر قوم کے تشخص کو تباہ کر کے لینا

چاہتی ہے، میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں نے ایک ہزار برس تک اس ملک میں حکومت کی ہے اور بڑے ہی رعب و دبدبہ و شان و شوکت سے نہایت فراخ دلی کے ساتھ ایک ہزار برس تک حکومت کی۔

لیکن قسم خدا کی مسلمانوں نے کبھی یہ نعرہ نہیں لگایا کہ تم کو کلمہ پڑھنا ہوگا، ورنہ بھارت چھوڑنا ہوگا اگر یہ نعرہ لگایا ہوتا تو بھارت میں تمہارا وجود بھی نہ ہوتا۔

مگر ایمانداری کے ساتھ بولو کہ مسلمانوں نے کبھی یہ نعرہ لگایا، کیوں نہیں لگایا مسلمانوں کے پاس ایک تاریخ ہے مسلمانوں کے پاس ایک آسمانی کتاب ہے، مسلمانوں کے پاس ایک آسمانی قانون ہے۔ مسلمانوں کے پاس ایک عرش کی پارلیمنٹ سے آیا ہوا نظام حیات ہے، مسلمانوں کے پاس گنبد خضراء کے مکین کا عطیہ اور نعمت غیر مترقبہ نظام قرآن کریم ہے۔

اتر کر حراء سے سوئے قوم آیا اور ایک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

ہمارے آقا نے پابند کیا کہ کسی بھی قوم کو ڈیمیج مت کرو، کسی بھی قوم کی عبادت گاہیں برباد مت کرو، کسی قوم پر جب فتح مندی کے جھنڈے گاڑلو، تو اس کے بال بچوں اور اس کے مذہب کی حفاظت کرو اور ہم نے یہ حفاظت ہر دور میں کی ہے۔

اور آج حالات کیا بنے، ۵۸ سال میں کُل کھیل ہو گیا، مسجدیں محفوظ نہیں اوقاف محفوظ نہیں، قرآن محفوظ نہیں، مسلمانوں کا ہر اسٹیج محفوظ نہیں۔

آج ہمارے قرآن پر پابندی لگانے کا مرکزی حکومت سے مطالبہ کیا جاتا ہے، عدالت کے اندر قرآن کے خلاف رٹ داخل کیا جاتا ہے، اشوک سنگھل، اڈوانی یہ کہتے ہیں قرآن کے اندر سے آیت قتال کو نکال دیا جائے، اور الزامات لگاتے ہیں کہ نعوذ باللہ من ذالک یہ قرآن فساد پھیلاتا ہے، قرآن فتنوں کو ہوا دیتا ہے قرآن ذات پات بھید بھاؤ اور برادری تعصّبات کو ہوا دیتا ہے، ساری جنگ قرآن کی وجہ سے ہے، اگر قرآن پر پابندی لگا دی جائے ہندوستان میں امن وامان پیدا ہو جائے گا، کشمیر کی لڑائی بند ہو جائے گی۔

ہندو پاک کے درمیان دہشت گردی کا خاتمہ ہو جائے گا، لوگ مشترکہ طور پر اپنی زندگی گذاریں گے کوئی بھید بھاؤ نہیں رہے گا۔

میں پوچھتا ہوں اس اہلبیت کے حامی اولاد ابوجہل اشوک سنگھل واڈوانی سے جس نے اپنا ذہنی توازن کھو رکھا ہے، تم کس قرآن کے خلاف رٹ داخل کرتے ہو؟ کیا اس قرآن کے خلاف جس قرآن نے ہمیں وطن کی آبرو پر مرنا سکھایا، جس قرآن نے سب سے پہلے ڈسپلن دنیا کو دیا، جس قرآن نے بھنگیوں کو بھی مساوات کی بنیاد پر چلنے کا حق دیا جس قرآن نے ذات پات کے خلاف سب سے پہلے نعرہ لگایا، جس نے سب سے پہلے بے اعتدالی کا قانون توڑا۔ اس قرآن پر پابندی کی بات کرتے ہو۔

اے امت مسلمہ کے دھڑکتے دلو! آج تم ان کمبختوں کو بتلا دو جنہوں نے قرآن کے خلاف آواز اٹھائی ہے کہ قرآن کے تیس پارے ہیں جو چودہ سو سال سے جی رہا ہے۔

تلوار کی چھاؤں سے گذر کر آ گیا۔

جبر پہاڑ سے گذر کر آ گیا۔

کربلا کے میدان سے گذر کر آ گیا۔

اسپین کی وادیوں سے گذر کر آ گیا۔

بھارت کی تاریکی اور وادی ظلمات سے گذر کر آ گیا۔

کون تھا جو انہیں روک سکتا تھا اور آج تم ارادہ کر رہے ہو اس پر پابندی لگانے کی جب کہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوۡنَ ۔

اے قرآن کے خلاف آواز اٹھانے والو! یاد رکھو جس دن ہندوستان سے قرآن اٹھ گیا، اس دن ہندوستان سے امن وامان کا جنازہ اٹھ جائے گا، صلح وآشتی کا خاتمہ ہو جائے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ:

فتنہ وفساد کا راج ہوگا۔

وحشت ودہشت کا تسلط ہوگا۔

خطرات وساوس کا غلبہ ہوگا۔

ظلم وستم کی حکمرانی ہوگی۔

سیلاب وآندھیوں کی روانی ہوگی۔

کشت وخون کی ندیاں بہیں گی۔

آفت و مصیبت کی ہوائیں چلیں گی۔
ایوان حکومت میں زلزلہ آجائے گا۔
تخت و تاج بے نور ہو جائیں گے۔

اور بالآخر کہانی اور داستان یہ ہو گی کہ رام و گوتم نانک و چشتی کا وطن جو اپنی مذہبی رواداری، قومی یکجہتی ہندو مسلم ایکتا اور گنگا جمنی تہذیب کی بدولت شہرۂ آفاق تھا جس دیش کے اندر معین الدین نے ہمدردیوں کا چراغ جلایا تھا، قطب الدین نے حوصلوں کا چراغ جلایا تھا، نظام الدین نے نظام دین کا پرچم لہرایا تھا، امام قاسم و رشید احمد گنگوہی نے حقانیت کی شمع روشن کی تھی، جس دیش کی شام اودھ اور صبح بنارس شہرت یافتہ تھی۔ آج وہی دیش عربستان سے بدتر ہو جائے گا، لڑکیاں پھر زندہ درگور کی جانے لگیں گی، لوٹ مار چوری ڈکیتی کا زمانہ لوٹ آئے گا، دور جاہلیت لوٹ آئے گا، حیوانیت و سفاکیت کا زمانہ آجائے گا، قرآن نے جس فتنہ کو بند کیا تھا وہ فتنہ پھر سر ابھارنے لگے گا۔

عزیزان گرامی قدر!

ایک ہنگامہ محشر ہو تو اس کو بھولوں
سیکڑوں باتوں کا رہ رہ کر خیال آتا ہے

دیکھا آپ نے کتنا سیاہ عزم ہے انسانیت سے عاری لوگوں کا، ارے دیش بیچ ڈالا ان بے ایمانوں نے، رشوت لے کر مزدور کا گھر بکوایا ان بے ایمانوں نے، غریب لڑکیوں کو دن میں پرائیوٹ سکریٹری اور رات میں پرائیویٹ بیوی بنایا۔ سنو! تمہیں جس نے حوصلہ دیا، یہ قرآن کے ماننے والے جنہوں نے تمہیں کھانے پینے رہنے سہنے کی تہذیب سکھائی، کمانے دھمانے تمہارے پاس اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا، کیا تھا؟ تمہارے پاس۔ ارے جوہی ہم لائے، چمبیلی ہم لائے، کلیاں ہم لائے، تاج محل ہم نے دیا، لال قلعہ، جامع مسجد ہم نے دیا، بھارت کو بھارت ہم نے بنایا، زندگی کے ایک ہزار برس تک ہم یہاں رہے، مگر ہم نے اپنے وجود سے بھارت کو تابناک ہی بنایا، کبھی داغ نہیں لگایا، ۵۸/ سال میں کل فیل ہو گیا، کیا کیا گل کھلائے جا رہے ہیں اس ملک میں، کیسی کیسی سازشیں ہو رہی ہیں، کون کون سے فتنے اور الزامات مسلمانوں پر تھوپے جا رہے ہیں، آج ہم سے

وطن دوستی کا سوال کیا جاتا ہے، وفاداری کا ثبوت مانگتے ہیں، وفا شعاری کی باتیں کرتے ہیں، اور کہتے ہیں مسلمان دہشت گرد ہیں، فتنہ پرور ہیں ایس آئی ایس کا ایجنٹ ہیں، مسلمان پاکستانی ہیں، مسلمانوں نے کچھ نہیں دیا ہے، مدارس اسلامیہ جو اسلام کی بقاء کی حیثیت کے ساتھ ساتھ ملک کی سالمیت کے ضامن ہیں ان کو دہشت گردی کے اڈے قرار دیتے ہیں، یہ کرتا پائجامہ ٹوپی والے ملا دہشت گرد طالبان و القاعدہ کے سرغنہ ہیں، میں پوچھتا ہوں ان وفاداری کا ٹھیکہ چلانے والوں اور ہندراشٹر کا سپنا دیکھنے والوں سے ذرا بتاؤ تو سہی جب بھارت کا سندور لوٹا جارہا تھا، بھارت کی سرحد و سیما غلامی کی زنجیر میں پڑی سسک رہی تھی۔ مادر وطن کا خون چوس لیا گیا تھا، تو کوئی دوسرا اشفاق اللہ بن کر کھڑا ہوا تھا؟ نہیں، وہ ہمارا لال تھا۔

پاکستان کا وہ ٹینک جو دہلی کی سرزمین کو سلامی دینے آرہا تھا، کون تھا وہ جس نے اپنا سینہ پیش کر کے پاکستان کے ٹینکوں کو بموں سے اڑا دیا تھا؟ وہ حولدار عبد الحمید تھا، جو ہماری اولاد سے تھا۔

کارگل کی لڑائی میں پاکستانیوں کونا کام بنانے والا کون تھا؟ وہ ہمارے ہی نسل کا حنیف الدین تھا۔

غرضیکہ دیش کی مانگ کو جب بھی سندور کی ضرورت ہوئی تو مسلمانوں نے اپنا خون دیا ہے۔ جنگ جب بھی ہوئی جواں مردی ہم نے دکھائی ہے، لڑائی جب بھی ہوئی ڈنڈوں کا استقبال ہم نے کیا ہے، ظالم حکمرانوں کے حکم کی پاداش میں جیل کی تاریک دیواروں کو بوسہ ہم نے دیا ہے۔

حضرات! ان تمام تر وفاداریوں اور قربانیوں کے باوجود ہمیں غدار کہا جاتا ہے، ہمیں بدیشی کہا جاتا ہے، ہم نے دیش کے ساتھ کبھی غداری نہیں کی، بلکہ وفاداریوں میں سرفہرست رکھا، اس کے باوجود ہمیں پاکستانی کہا جاتا ہے، ہمارے مولویوں کو دہشت گردوں کا سرغنہ قرار دیا جاتا ہے، مدارس اسلامیہ کو دہشت گردی کا اڈہ بتایا جاتا ہے۔

ارے شرم کرو! تم ان شہیدان باوفا کی شان میں گستاخی کر رہے ہو، جنہوں نے جان عزیز کو ہتھیلی پر رکھ کر پرچم حریت بلند کیا تھا۔

تم ان مدارس کو دہشت گردی کے اڈے بتاتے ہو جہاں سے ہندوستان کے جاں باز سپوتوں نے جنم لیا تھا اور انگریز کے ہر چیلنج کا مقابلہ کیا تھا، تم ان مولویوں کو دہشت گردوں کا سرغنہ گردانتے ہو جو امن ومحبت اخوت و بھائی چارگی کے معلم اول ہیں۔

وفا کا نام اب بھول کر بھی نہیں لوں گا
تیرے خلوص نے چونکا دیا زمانے کو

سنو! ہماری کتاب ہمیں وفاداری سکھاتی ہے، ہمارا قرآن ہمیں وفاداری سکھاتا ہے ہمارے علماء وفاداری سکھاتے ہیں، ہمارا نبی حب الوطن من الایمان کا نعرہ ہمیں دیتا ہے۔

مسلمانو! ایک بات یاد رکھو مسلم قوم کو ہر دور میں ستایا گیا ہے، ہر زمانے میں تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا ہے، ہر دور میں نوخیز لڑکیوں کی عصمت لوٹی گئی ہے، ہر دور میں عورتوں کی عزت کے ساتھ کھلواڑ کیا گیا ہے۔

لیکن جو کھلواڑ جو عصمت دری، بی جے پی کی حکومت اور نریندر مودی کی قیادت میں کی گئی شاید تاریخ انسانی میں اس طرح کے گھناؤنے جرم کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو۔

عصر حاضر کا تازہ ترین واقعہ گجرات کے اندر فرقہ پرست ہندوؤں نے مسلمانوں کے اوپر ایسے مظالم ڈھائے جس سے ہر ذی روح کانپ اٹھا، ایسے ایسے گھناؤنے جرم کے ارتکاب کئے جس سے نوع انسانی لرز اٹھی کبھی تو ان درندہ صفت انسانوں نے ہماری مساجد پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور کبھی ہماری مساجد پر چھاپہ ڈال کر طالبان علوم نبوت کو خوف وہراس میں مبتلا کیا، اور کبھی ان بدطینت انسانوں نے ہماری بہو بیٹیوں کی عزت کے ساتھ کھلواڑ کیا، اور کبھی ہمارے بوڑھوں اور بچوں کو بے دریغ گاجر مولی کی طرح کاٹ دیا، ان فرقہ پرست غنڈوں نے برسر عام مسلمانوں کا قتل عام کر دیا، ان کی دکانوں اور مکانوں کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا، آگ سے جھلسی ہوئی ان مسلمان بچوں کی لاشیں زخموں سے چور کراہتی ہوئی وہ عورتیں، کٹے پھٹے جسموں والے ہمارے معمر بزرگ، درد وغم سے روتی اور بلکتی ہوئی وہ مائیں گڑگڑا کر امن کی بھیک مانگتے ہوئے ہمارے وہ مسلمان بھائی یہ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اے

ہندوستان کے مسلمانوں اگر تمہاری حس اب بھی بیدار نہ ہوئی، تم مدہوشی سے اگر اب بھی ہوش میں نہ آئے، تم خواب غفلت سے اگر اب بھی بیدار نہ ہوئے تو تباہی تمہارا مقدر بن جائے گی، پھر اگر تم نے خود کو متحد نہ کیا اس سے بڑھ کر ایک دن وہ آئے گا کہ تمہارے بچوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا جائے گا، تمہاری عورتوں کی عصمت دری کی جائے گی تمہارے مردوں کو پھانسی کے پھندوں پر لٹکا دیا جائے گا، پھر تم امن کی تلاش میں دردر کی خاک چھانتے پھروگے۔ مگر تم کو امان نہیں ملے گا، اگر تم عدل وانصاف کے لئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاؤ گے تو تم کو دہشت گرد قرار دے کر جیل کی اذیت ناک کوٹھری میں ڈھکیل دیا جائے گا۔

مسلمانو! آگ لگ چکی ہے، آشیانے جل رہے ہیں اور جس کا آشیانہ جلتا ہے وہ بے چین ہوکر روڈ پر آتا ہے، مددگاروں کو بلاتا ہے، پانی کا چھڑکاؤ کرتا ہے، دشمن سے نمٹنے کے لئے وہ جنونی ہوجاتا ہے آپ کی سمپتی پھونکی جائے آپ بے چین نہ ہوں؟ یہ فطرت کے خلاف ہے کہ آپ کی جان ماری جائے آپ آہ نہ کریں؟ یہ نیچر کے خلاف ہے، آپ کی تہذیب وتمدن کا جنازہ نکالا جائے آپ کو تکلیف نہ ہو؟ یہ حقیقت کے خلاف ہے، نتیجہ میں جب کہیں سمپتی جلتی ہے تو بے چینیوں کا اظہار انسانیت کے ہر شعبہ میں ہوتا ہے، جب کہیں جان ماری جاتی ہے تو انسانیت کے ہر شعبہ میں اس ظلم کے خلاف احتجاج ہوتا ہے۔

مسلمانو! احمد آباد کی دھرتی پر تمہارے معصوم بچوں کو سنگینیوں پر اچھال دیا گیا ہے، تمہاری بہن بیٹیوں کی عزت کے ساتھ کھلواڑ کیا گیا ہے تمہارے بے گناہ خون سے ہولی کھیلی گئی ہے اس لئے آیئے آج ہم عہد کریں کہ انسانی گوشت اور لہو کے تاجروں کو معاف نہیں کریں گے، انہیں اس سرزمین پر بہائے جانے والے خون کے ایک ایک قطرے کا حساب دینا ہوگا، ہمیں وہ ترنگا جھنڈا چاہئے، جس کی سربلندی کے لئے سبھی فرقوں نے مل جل کر خون بہایا تھا، ہمیں وہ ہندوستان چاہئے جو گاندھی، نہرو اور آزاد ہمارے حوالے کر گئے تھے، جس ہندوستان کے لئے گاندھی جی نے اپنے سینے میں گولیاں کھائیں تھیں۔

جس ہندوستان کے لئے شیخ الہند کو مالٹا کا قیدی بنایا گیا تھا، مسلمانو! تم ان فرقہ

پرستوں کو منوا کر رہنا کہ یہ ملک ہمارا ہے ہمارے بزرگوں نے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹی ہوئی سرزمین کو آپس میں متحد کر کے ہندوستان بنایا ہے، بھارت کو بھارت بنایا ہے، اس کے پتے پتے اور بوٹے بوٹے میں ہمارا پسینہ اور لہو شامل ہے، یہاں کی مقدس ندیوں میں ہمارے بزرگوں نے وضو کیا ہے، پہاڑوں میں اذانیں دی ہیں اور سرسبز وادیوں میں نمازیں پڑھی ہیں، یہاں کے ذرہ ذرہ سے ہمیں پیار ہے، یہ مندر، یہ مسجد، یہ گوردوارے، یہ گرجا گھر، یہ سبھی اس دھرتی پر بندگی کے مظاہرے ہیں، مسجدوں کی اذانیں، مندروں کی ناقوس، گوردواروں کے کرتن اور گرجا گھروں کی گھنٹیاں یہ سب کی سب ہمارے کانوں میں معبود حقیقی کی بندگی کا حکم دیتی ہیں اور انسانیت کا احترام سکھاتی ہیں۔

اذان دی کعبے میں ناقوس دیر میں پھونکا
کہاں کہاں تیرا عاشق تجھے پکار آیا۔

انجمن اصلاح البیان
کتاب نمبر
اسلامیہ عربیہ جامع مسجد